بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم　وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

جلد 48　شمارہ 17

ہفت روزہ **بدر** قادیان

The Weekly **BADR** Qadian

ایڈیٹر منیر احمد خادم
نائبین قریشی محمد فضل اللہ، منصور احمد

Postal Registration No:p/GDP-23

شرح چندہ
سالانہ 150 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
20 پونڈ یا 40 ڈالر امریکن۔ بذریعہ بحری ڈاک 10 پونڈ یا 20 ڈالر امریکن

12 محرم 1420 ہجری 29 شہادت 1378 ہش 29 اپریل 1999ء

لندن ۲۴/ اپریل (مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں الحمد للہ۔ کل حضور نے مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ فرماتے ہوئے گزشتہ خطبے کے تسلسل کو جاری رکھا اور حضور پر نور نے سید الشہداء حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ کے عظیم مرتبہ اور شہادت کا ایمان افروز تذکرہ فرمایا۔
احباب جماعت پیارے آقا کی صحت و سلامتی درازیٔ عمر مقاصد عالیہ میں فائز المرامی اور خصوصی حفاظت کیلئے دعائیں کرتے رہیں۔

جو شخص خُدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اُسے پائے گا!

ارشاد باری تعالیٰ

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ٥ (آل عمران : ۹۳)

ترجمہ:- "تم کامل نیکی کو ہرگز نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ اشیاء میں سے (خدا تعالیٰ کے لئے) خرچ نہ کرو۔ اور جو کوئی چیز بھی تم خرچ کرو اللہ اسے یقیناً خوب جانتا ہے۔"

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ط وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ٥ (البقرہ : ۲۵۵)

ترجمہ:- "اے ایماندارو! جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے اس دن کے آنے سے پہلے کہ جس میں نہ کسی قسم کی (خرید و) فروخت، نہ دوستی اور نہ شفاعت (کارگر) ہوگی (خدا کی راہ میں جو کچھ ہو سکے) خرچ کرلو۔ اور (اس حکم کا) انکار کرنے والے (اپنے آپ پر) ظلم کرنے والے ہیں۔"

فرمان نبویؐ

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَلسَّخِيُّ قَرِيْبٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى قَرِيْبٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِيْدٌ مِّنَ النَّارِ وَالْبَخِيْلُ بَعِيْدٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى بَعِيْدٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِيْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ قَرِيْبٌ مِّنَ النَّارِ وَالْجَاهِلُ السَّخِيُّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنَ الْعَابِدِ الْبَخِيْلِ. (قشیریہ – الجود والسخاء)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سخی اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ لوگوں کے قریب ہوتا ہے اور جنت کے قریب ہوتا ہے اور دوزخ سے دُور ہوتا ہے اس کے برعکس بخیل اللہ تعالیٰ سے دُور ہوتا ہے لوگوں سے دُور ہوتا ہے جنت سے دُور ہوتا ہے لیکن دوزخ کے قریب ہوتا ہے۔ اَن پڑھ سخی بخیل عابد سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا جو اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا۔ یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیزوں سے محبت نہیں کر سکتے۔ اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے جو خدا سے محبت کرے۔ اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا۔ لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجالانی چاہئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔"

(ضمیمہ ریویو آف ریلیجنز ستمبر ۱۹۰۳ء)

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم اس بات کو خوب یاد رکھو کہ جیسا کہ قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے اور ایسا ہی دوسرے نبیوں نے بھی کہا ہے کہ دولت مند کا بہشت میں داخل ہونا ایسا ہی ہے جیسے اُونٹ کا سوئی کے ناکہ میں داخل ہونا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کا مال اس کے لئے بہت سی روکوں کا موجب ہو جاتا ہے۔ اس لئے اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا مال تمہارے واسطے ہلاکت اور ٹھوکر کا باعث نہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔ اور اسے دین کی اشاعت اور خدمت کے لئے وقف کرو۔" (ملفوظات جلد ۸ - صفحہ ۲۹۴)

قادیان دارالامان کی مقدس سرزمین پر 108 واں

جلسہ سالانہ قادیان

۱۳/ ۱۴/ ۱۵/ نومبر ۱۹۹۹ء کو ہوگا

احباب جماعتہائے احمدیہ عالمگیر کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے امسال رمضان المبارک کے پیش نظر 108 ویں جلسہ سالانہ قادیان کے انعقاد کے لئے 13-14-15 نبوت 1378 ہش (13-14-15 نومبر 1999) بروز ہفتہ۔ اتوار۔ سوموار کی تاریخوں کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔ احباب جماعت نوٹ فرمالیں اور ابھی سے اس بابرکت سفر کی نیت کر کے تیاری شروع کر دیں۔ اور دُعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ مرکز احمدیت قادیان دارالامان کا یہ جلسہ سالانہ غیر معمولی کامیاب اور بابرکت فرمائے۔ آمین۔

(ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

گیارہویں مجلس مشاورت بھارت 16/ نومبر 1999ء کو منعقد ہوگی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے اعلان کیا جاتا ہے کہ جلسہ سالانہ قادیان کے معاً بعد مورخہ 16/ نومبر 1999ء بروز منگل جماعتہائے احمدیہ بھارت کی گیارہویں مجلس مشاورت کا انعقاد عمل میں آئے گا۔

ا۔ جملہ امراء و صدر صاحبان سے گزارش ہے کہ 15 اکتوبر تک شوریٰ کے نمائندگان کے انتخاب کروا کے منتخب نمائندگان کی فہرست سیکرٹری شوریٰ کو بھجوادیں۔

ب۔ شوریٰ میں پیش ہونے والی تجاویز جماعتوں سے مشورہ کے بعد 15 ستمبر تک بھجوادی جائیں۔

(سیکرٹری مجلس مشاورت)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
ہفت روزہ بدر قادیان اداریہ 29 اپریل 1999

تبدیلیٔ مذہب پر بحث!

۲

گذشتہ گفتگو میں ہم عیسائیوں پر مظالم کے حوالے سے عرض کر رہے تھے کہ ہندو جب تک شودروں اور دیگر نیچی ذات کے لوگوں کو انسان ہونے کے وہ تمام بنیادی حقوق نہیں دیتے ان کا دیگر مذاہب کی طرف رُجحان اور داخلہ یقیناً جاری رہے گا لیکن اگر ان کے حقوق تو ادا نہ کئے گئے اور انہیں اپنے پسند کے مذہب میں داخل ہونے سے روکا بھی گیا تو اس کے نتیجہ میں جو ردّ عمل ظاہر ہوگا اس سے چھوٹی اقوام میں بھی ایک تشدد انگیز انقلاب آسکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اقلیت یا کمزور سماج پر ذی حیثیت اقوام کی طرف سے دباؤ نہ صرف ہمارے ملک میں بلکہ سرحد کے دونوں طرف جاری ہے۔ پاکستان میں جو ملاں مذہبی انتہاپسندی کے جذبات رکھتے ہیں وہ ہرگز نہیں چاہتے کہ پاکستان میں ان کے پیش کردہ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب یا فرقوں کی تبلیغ واشاعت ہو۔ چنانچہ وہاں پر بھی ماضی میں مندروں کو گرانے اور گرجوں کو مسمار کرنے کے کئی واقعات وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہے ہیں یہاں تک کہ وہاں پر مذہبی انتہاپسندی دیگر مذاہب کی حدود سے نکل کر خود مسلمان فرقوں میں بھی داخل ہو چکی ہے۔ سنّی جو پاکستان کی اکثریت ہیں ہرگز نہیں چاہتے کہ شیعہ اپنے عقائد کی تبلیغ کریں یا انہیں اپنے نقطہ نظر میں شامل کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ اسی خدشہ کے پیشِ نظر وہاں پر شیعوں پر مظالم ڈھائے جاتے ہیں اور اس خیال سے کہ ایران پاکستان کے شیعوں کی مدد کرتا ہے۔ پاکستان میں ایرانی سفارتخانے اور ایران سے متعلق بعض اداروں کو نقصان بھی پہنچایا جا چکا ہے اور پھر مظالم کا یہ دائرہ مزید تنگ ہوا کہ سُنّی بھی اپنے ہی مختلف فرقوں سے خوف کھانے لگے ہیں۔ پہلے احمدیوں کو جو سُنّی نقطہ نظر رکھتے ہیں مظالم کا نشانہ بنایا گیا اور اب دیوبندیوں اور بریلویوں کی آپس میں سر پھٹول جاری ہے اور ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ اسلام کی جو توجیہہ وہ پیش کرتا ہے اُسے ہی سب قبول کریں اور دوسرے کو اپنی توجیہہ پیش کرنے یا تبلیغ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے اور اس پر صرف کفر کے فتوے ہی نہیں دیئے جاتے بلکہ انسانی حقوق کو متاثر کرنے والے فتوے یہاں تک کہ قتل کے فتوے بھی دیئے جاتے ہیں چنانچہ اس تعلق میں دارالعلوم دیوبند اور بریلوی فرقہ کے امام احمد رضا خان کے فتوے قابل مطالعہ ہیں انہی فتوؤں کے بناء پر پاکستان میں عموماً اور ہندوستان میں کبھی کبھار سنیوں کے دیوبندی اور بریلوی گروپ میں خونریز فسادات ہوتے رہتے ہیں۔

پاکستان کی اس مثال کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر بھارت میں ہندوؤں میں بھی مذہبی انتہاپسندی تشدد کے دائروں میں داخل ہو گئی تو لازماً پاکستان کی طرح وہ دن بھی آئے گا کہ دیگر مذاہب میں تبدیلی مذہب کے بہانے حملہ کرنے والی ہندو تنظیمیں کل کو آپس میں بھی ایک دوسرے سے برسرپیکار ہونے لگیں گی آریہ سماج اور سناتن دھرم کے اختلافات، جینیوں اور بدھوں کے مشتعل تنازعات کو صرف بہانوں کی تلاش ہوگی۔ ممکن ہے آج ہماری اس بات پر یقین نہ آئے لیکن تاریخ ہمیں دنیا بھر میں پھیلی ہوئی مذہبی تشدد کے واقعات کی درد بھری داستانیں ضرور سناتی ہے۔ اگر یقین نہ آتا ہو تو ماضی کی ہندو تاریخ پر ہی نظر اُٹھا کر دیکھ لو کہ پنڈتوں نے کس طرح مذہبی انتہاپسندی کے فتوے جاری کر کے شودروں بدھوں اور جینیوں کا قتلِ عام کیا۔

آرین لوگ جس وقت ہندوستان میں آتے ہیں تو یہاں کے مول نواسیوں پر اُن کے ظلم و تشدد سے تاریخ ہند بھری پڑی ہے۔ آریوں نے ہندوستان آتے ہی پہلے تو دراوڑوں کو (جو اکثر شودر تھے) اپنے ظلم اور تشدد کا نشانہ بنایا اور ان بے چاروں کو شمال سے جنوب میں دھکیل دیا۔ (رسالہ سدھا لکھنؤ جنوری ۱۹۲۹ء بحوالہ اچھوت اُدھار کی حقیقت) شری سوامی بودھانند جی اپنی کتاب "بھارت کے مول نواسی اور آریہ" کے صفحہ ۳۴ پر وید منتر درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"مندرجہ بالا منتروں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آریہ لوگ اپنے مخالفوں کو جڑ بنیاد سے کاٹ ڈالنے ان کی دولت چوپائے زمین اور قلعے چھین لینے پر ہمیشہ مستعد رہتے تھے اور وہ انہیں پہاڑوں پر سے دھکیلتے ان کی کھالیں کھینچتے اور ان کی حاملہ عورتوں تک کو مار ڈالتے تھے۔ وہ ان کے شہروں اور قلعوں کو برباد کرتے اور انہیں جلا دیتے یہ سب ان کی دشمنی کے روشن ثبوت ہیں۔

اپنی اس کتاب میں بودھوں اور جینیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس طرح ان تعلیمات کی روشنی میں بے چارے بودھوں اور جینیوں کے ساتھ جو سلوک ہوا نا قابلِ بیان ہے۔ ایسا بہیمانہ سلوک کیا گیا کہ دنیا حیران ہے کہ وہ کروڑوں بودھ جین کہاں ہیں وہ غریب کدھر چلے گئے ان کے مذہب اور لٹریچر اور تہذیب کا کیا حشر ہوا"۔

مہارشی شوبرت لعل ایم-اے اپنی کتاب "جین دھرم" میں لکھتے ہیں کہ چونکہ جینی ویدوں کی مذمت کرتے تھے انہیں ہندو ناستک کہتے تھے اور پھر اس حد تک ان کی مخالفت کی گئی کہ سب نے متفقہ فیصلہ دیا کہ ان کو کھولتے ہوئے تیل کے کڑاہوں میں ڈال کر جلا دو ان کی تمام کتابیں چھین کر دریا میں غرق کر دو"۔

ملک کے اِس سرے سے اُس سرے تک اس فیصلہ کے نتیجہ میں مہرشی لکھتے ہیں:

"بے تمیزی کا آتشکدہ مشتعل ہو گیا یہ سُنا کرتے تھے کہ اکثر لوگ دشمنوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے یہاں نئی سوجھ یہ سوجھی کہ معصوم انسان ہمدرد۔ تمام موجودات کی محبت کا دم بھرنے والے یہ انسان زندہ در آتش کر کے خشک ایندھن کی طرح سوخت کر دیئے گئے یہ بھی کوئی دھرم ہے کیا یہ ایشور کا آئین ہے کیا یہ انسانیت ہے؟"

جہاں تک بودھوں کے قتل عام کا تعلق ہے تو اس بارہ میں سوامی دیانند جی کے شاگرد پنڈت بھیم سین جی اٹاوی نے اپنے ماہوار رسالہ براہمن سروسو جلد ۱۶ نمبر ۱ صفحہ ۱۴ میں بحوالہ شنکر وگ وجے لکھا ہے۔

"جب آریوں اور بودھوں وجینیوں کے درمیان مباحثہ ہوا تو اس وقت مشہور راجہ سر دھنوا تمام شکوک رفع ہو گئے اور وہ ویدک دھرمی بن گیا اس کے بعد اس نے اپنے ملازموں کو مخالفین وید کے مارنے کا تاکیدی حکم دیا"۔ (بحوالہ اچھوت اُدھار کی حقیقت)

سوامی دیانند جی نے بھی ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۳۳۵ پر لکھا ہے کہ:

"اب جتنے بُت جینیوں کے نکلے ہیں وہ شنکر آچاریہ کے وقت میں ٹوٹے تھے اور جو بغیر ٹوٹے نکلتے ہیں وے جینیوں نے خود زمین میں گاڑ دیئے تھے کہ توڑے نہ جائیں"۔

یہ تو خیر جینی یا بودھ تھے لیکن اپنے ہی مذہب کی نیچی ذات پر ہندو دھرم کے شاستروں کے مطابق جو مظالم ڈھائے گئے وہ کچھ اس طرح تھے۔ چنانچہ منوسمرتی کے درج ذیل حوالے ملاحظہ فرمایئے۔ لکھا ہے:-

۱- شودر کیلئے ایک ہی کرم پر بھونے ٹھہرایا ہے یعنی صدقِ دل سے ان تینوں ورنوں (یعنی براہمن کشتری اور ویش) کی خدمت کرنا۔

۲- براہمن کے نام میں لفظ منگل یعنی خوشی اور کشتری کے نام میں بل یعنی طاقت ویشیہ کے نام میں لفظ دھن اور شودر کے نام میں لفظ تحقیر شامل ہے۔ (ادھیائے نمبر ۲ شلوک نمبر ۳۱)

۳- سود لینے کے متعلق تعلیم ملاحظہ فرمائیں۔

"براہمن سے فی صد دو روپیہ کھتری سے تین روپیہ ویشیہ سے چار روپیہ اور شودر سے پانچ روپیہ ماہوار سود لینا چاہئے۔ (منو نمبر ۱۴۲/۸)

۴- اگر شودر براہمن کو چور کہے تو اس کو سزائے موت دی جائے (منو ۲۶۷/۸)

۵- اگر شودر براہمن سے سخت کلامی کریں تو ان کی زبان چھید دی جائے"۔ (۲۷۰/۸)

۶- شودر براہمن کو نیچ کہے تو اس کے منہ میں دس انگل جلتی سلاخ ڈال دی جائے"۔

۷- شودر براہمن کے بال، پاؤں، داڑھی گلا فوطہ وغیرہ غرور سے پکڑے تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالنا چاہئے۔ اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ اس کو تکلیف ہو گی"۔ (۲۸۳/۸)

۸- برہما نے شودر کو براہمنوں کی خدمت کیلئے بنایا ہے اس لئے خواہ شودر خریدا ہوا ہو یا ملازم ہو خواہ ملازم نہ ہو اس سے برابر کام لینا چاہئے۔

۹- شودر براہمن وغیرہ کو غرور سے دھرم اپدیش کرے تو راجہ اس کے منہ اور کان میں اُبلتا ہوا تیل ڈالے۔ (۲۷۲/۸)

۱۰- بیوہ لڑکا اور غلام (شودر) جس دوست کو جمع کریں وہ اس کے مالک نہیں (۴۱۵/۸)

۱۱- بھنگی اور چمار مردے کے کپڑے پہنیں پھوٹے ہوئے برتن میں کھانا کھائیں لوہے کے زیور پہنیں۔ (۱/۵۳)

۱۲- شودر طاقت رکھنے پر بھی دولت جمع نہ کرے کیونکہ شودر کے پاس دولت جمع ہونے پر وہ براہمنوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ (۱۰/۱۲۹)

(مذکورہ تمام حوالہ جات منوسمرتی لندھیر پرکاش ہری دوار کی شائع شدہ تیسرے ایڈیشن سے لئے گئے ہیں۔ ہندی ترجمہ پنڈت جوالہ پرشاد چترویدی نے کیا ہے)

گوتم سمرتی ادھیائے نمبر ۱۲ میں لکھا ہے شودر اگر وید کو سُن لے تو راجہ سیسے اور لاکھ سے اس کے کان بھر دے وید منتروں کا اُچارن (تلاوت) کرنے پر اس کی زبان کٹوا دے اور اگر وید کو پڑھے تو اس کا جسم ہی کاٹ ڈالے۔

اب یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ہندو دھرم کی نیچی ذات کے لوگ جو اس وقت بھی ہندوستان میں ۴۵ کروڑ سے کم نہیں۔ ہندو شاستروں کے مطابق نہ تو ہندو دھرم کو عزت سے اپنا سکتے ہیں نہ وید مقدس کی تلاوت کر سکتے ہیں۔ اور اگر تنگ آکر اس دھرم کو خیرباد کہیں تو تب بھی اُن پر ظلم کیا جاتا ہے۔ جب تک ہندوستان میں صرف ویدک دھرم تھا اس وقت تک شودر اپنی زندگیوں کا بلیدان دیتے رہے لیکن جب جب مسلمان صوفیوں کے ذریعہ اسلام کی مساوات بخش تعلیم ہندوستان میں پھیلی تو لاکھوں شودروں نے ہندو دھرم چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا اور پھر جب انگریزوں کے زمانہ میں مشنریوں کے ذریعہ عیسائیت ہندوستان میں آئی تو اسے بھی اپنے مذہب کی نسبت غنیمت سمجھ کر کئی شودر عیسائی ہو گئے۔

پس ہم تو پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ اگر بھارت کے انتہاپسند ہندو تبدیلی مذہب کو روکنا چاہتے ہیں تو انہیں دوسروں کی عبادت گاہوں یا مبلغین کو زندہ جلانے کی بجائے اپنے ہی مذہب کے نیچی ذات کے بھائیوں کو وہ تمام انسانی حقوق دینے چاہئے جس کیلئے وہ صدیوں سے محرومی کا شکار ہیں انہیں صحت نیت سے اپنے معاشرے کا حصہ بنانا چاہئے نہ صرف کھانے پینے لینے دینے (باقی صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

خطبہ جمعہ

خدا کے بندوں سے پیار کرنا سیکھو چاہیے دل میں یہ نیت ہو کہ اللہ مجھ سے پیار کرے

اگر خدا کے بندوں سے پیار کرو گے تو اللہ ضرور پیار کرے گا

(خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۵ / فروری ۱۹۹۹ء بمطابق ۵ / تبلیغ ۱۳۷۸ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن برطانیہ)

خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

گزشتہ خطبے میں بیوگان، یتامیٰ، مجبور، محصور عورتوں اور بچوں پر رحم کی تعلیم کے تعلق میں قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت کی روشنی میں ایک مضمون شروع کیا گیا تھا جو میں سمجھتا ہوں کہ اس خطبے میں بھی جاری رہنا چاہئے کیونکہ اس کے کچھ پہلو ابھی قابل ذکر باقی تھے۔

سب سے پہلے تو میں ان لوگوں کا ذکر کرتا ہوں جو اپنے دل کی سختی کی شکایت کرتے ہیں۔ کئی دفعہ لوگوں کو جب سمجھایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم چاہتے تو ہیں نرمی کرنا مگر ہمارے دل میں ایک سختی ہے جس پر قابو پانا مشکل ہے تو ان کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی یہ نصیحت کام دے سکتی ہے جو مسند احمد بن حنبل سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت سے لی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنی سخت دلی کی شکایت کی۔ دیکھیں کوئی پہلو بھی ایسا باقی نہیں قیامت تک کے لئے جس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے روشنی نہ ڈالی ہو اور کوئی مشکل ایسی نہیں جس کا حل نہ تجویز فرمادیا ہو اور وہی حل بہترین ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تجویز فرماتے ہیں۔ "اپنی سخت دلی کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل نرم پڑ جائے تو مسکین کو کھانا کھلا اور یتیم کے سر پر دستِ شفقت رکھ"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ براہ راست جب دکھ سے واسطہ پڑتا ہے اور دکھ دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو دل کی سختی از خود دور ہو جاتی ہے۔ یہ بہت ہی عجیب نسخہ ہے جس کی طرف عام طور پر دھیان نہیں جاتا۔ گھر میں اگر کوئی اپنی عورتوں سے اور بچوں سے زیادتی کرتا ہے تو اس کے دل کی سختی کا علاج باہر کے یتیم اور باہر کے ضرورت مند کے سر پر دستِ شفقت کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔ اگر وہ باہر کسی یتیم کے سر پر ہاتھ رکھتا ہے، کسی مسکین کو کھانا کھلاتا ہے تو اسے از خود دل میں ایسے لوگوں کے لئے ہمدردی پیدا ہو جائے گی اور اپنے گھر میں بھی جب کمزوروں سے وہ تعلق قائم کرے گا یعنی گھر کے کمزوروں سے تو ظاہر بات ہے کہ یہ تجربہ جو مسکین کو کھانا کھلا کر خوشی محسوس کرنے کا تجربہ ہے اور یتیم کے سر پر ہاتھ رکھنے سے جو طبعی طور پر دل میں ایک کشادگی پیدا ہوتی ہے اس سے اس کے اندرونی اصلاح ہو جائے گی۔ یہ بہت گہرے نفسیاتی نکتے ہیں جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سوا آپ کو دنیا کے کسی روحانی طبیب کے نسخوں میں نہیں ملیں گے۔

ایک اور روایت سنن ابی داؤد سے لی گئی ہے اور حضرت معاویہ القشیری کی روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ ہماری عورتوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ عورتوں سے ہمیں کیا سلوک کرنا چاہئے۔ فرمایا اس میں سے انہیں کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور جو تم پہنتے ہو اسی جیسا انہیں بھی پہناؤ۔ یہ تو نہیں کہ گھر میں پھٹے پرانے کپڑے پہنے عورت پھرتی ہو اور چونکہ اس نے باہر نہیں جانا اسلئے پتہ بھی نہ لگے کسی کو کہ گھر میں کیا پہن رکھا ہے اور باہر جب انسان پھرے تو سوٹڈ بوٹڈ اور جس طرح بھی سج دھج کے جاسکتا ہے ویسا جائے۔ فرمایا ویسا ہی پہناؤ یعنی یہ مطلب نہیں کہ جو مردوں والے کپڑے ہیں پہناؤ، مطلب یہ ہے کہ اچھے کپڑے پہنتے ہو تو گھر میں بھی عورتوں کو اچھے کپڑے پہناؤ اور انہیں نہ مارو اور برا بھلا بھی نہ کہو۔

عام طور پر لوگ جو قرآن کریم کی تعلیم میں بعض حالات میں مارنے کی اجازت کا ذکر ملتا ہے اسکا غلط استنباط کرتے ہیں اور ان کے ہاتھ کھل جاتے ہیں۔ فرمایا ان کو نہ مارو اور ان کو برا بھلا بھی نہ کہو اور ان کی غلطیاں نہ پکڑا کرو کہ ہر وقت تلاش رہے کہ کوئی غلطی کرے تو بتاؤ کہ تم نے یہ غلطی کی ہے۔ (سنن ابی داؤد۔ کتاب النکاح)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ایک روایت ملتی ہے اور اس کا تعلق ایک وسیع علاقے سے ہے۔ صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے زندگی دی تو میں اہل عراق کی بیواؤں کو ایسی حالت میں چھوڑوں گا کہ انہیں میرے بعد کسی اور آدمی کی محتاجی نہ رہے گی۔ اب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جس ملک عراق پر نظر تھی اور جس کی بیواؤں اور یتیموں کے لئے آپ نے ایک ایسا نظام جاری فرمایا آج وہی عراق ترس رہا ہے ایک "عمر" کو ترس رہا ہے اور یہ حال سب دنیا میں پھیلا پڑا ہے بیواؤں اور یتیموں کا کوئی والی اور کوئی سہارا دینے والا باقی نہیں رہا۔

تو یہ حدیث خصوصیت کے ساتھ میں آپ کے سامنے اس لئے رکھنا چاہتا ہوں کہ اہل عراق کو اور وہاں کے مظلوم بچوں اور عورتوں، اور بیواؤں اور یتامیٰ اور ان سب کو جو بہت مصیبت میں زندگی بسر کر رہے ہیں ان سب کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کا کوئی سامان کرے ورنہ ان پر بہت زبردست اور ظالم مسلط ہو چکے ہیں ان کے ظلم سے بچانے کے لئے ہمارے پاس اور کوئی راہ نہیں سوائے اس کے کہ دعائیں کریں اور اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

جس ملک میں بیواؤں، یتامیٰ اور مساکین کا خیال نہ رکھا جائے اس ملک کا حال تو وہی ہوتا ہے جو سعدی نے بوستان میں کہا ہے کہ وہ چراغ جو ایک بیوہ عورت نے جلایا تو نے اکثر دیکھا ہوگا کہ اس سے ایک شہر جل گیا۔ بڑی پر حکمت بات ہے ایک بیوہ عورت نے چراغ جلایا وہ کون سا چراغ جلاتی ہے جس سے شہر جل جاتا ہے اس کے دل کا دکھوں کا چراغ مراد ہے۔ یہ مراد نہیں کہ اپنے گھر میں چراغ جلایا اس سے شہر جل گیا۔ گھر کے چراغ سے تو اس کا گھر ہی جل سکتا تھا مگر اس نے دل میں ایک دکھ کا چراغ جلایا ہے تو تم نے دیکھا ہوگا کہ اس سے سارا شہر جل گیا۔ تو اب تو شہروں کی باتیں نہیں ملکوں کی باتیں ہیں۔ **ایسے ملک جن میں بیواؤں، یتیموں کی آہیں بلند ہو رہی ہیں، مسکینوں اور غریبوں کی آہیں بلند ہو رہی ہیں، خود سوزیاں کرتے ہیں بھوک سے نڈھال ہو کر اور تڑپ کر اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں۔ ان سے سارا ملک اگر جل نہ جائے تو کیا ہو۔** سارے ملک کو ان کی آہیں آگ لگادیں گی اور لگا رہی ہیں اور کوئی بجھنے والا نہیں، کوئی دیکھنے والا نہیں۔ اس کے لئے اہل دل ہونا ہی کافی نہیں اہل بصیرت ہونا بھی ضروری ہے۔ اہل دل تو اس غم میں جلتے ہیں لیکن اہل بصیرت اس کی تدبیریں بھی سوچتے ہیں۔

اور اسی پہلو سے جماعت احمدیہ کو میں نصیحت کرتا ہوں اور ہمیشہ کرتا رہتا ہوں کہ اہل دل ہی نہ ہوں اہل بصیرت بھی بنیں اور اپنے ارد گرد کچھ ماحول کو تو روشن کریں جس سے روشنی پا کر پھر آہستہ آہستہ وہ روشنی باقی جگہ پھیلنی شروع ہو جائے۔ یہ نصیحت آپ کو پہلے بھی کی تھی اب پھر میں دوبارہ اس بات کی تکرار کر رہا ہوں کہ جس ملک میں بھی احمدی دیکھیں کہ بھوکوں، پیاسوں، غریبوں، یتیموں کی پرورش کرنے والا، ان کے سر پر ہاتھ رکھنے والا کوئی نہیں وہ خود اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لیں اور ان کے ارد گرد ایک روشنی کا چراغ روشن کر دیں۔ بعض دفعہ اس کے نتیجے میں اگرچہ انسان کی توفیق تھوڑی بھی ہو خدا تعالیٰ کے فضل سے نتائج بہت اچھے نکل آتے ہیں اور بڑے وسیع نتائج نکلتے ہیں۔

اور اس ضمن میں ایک بات میں یہ بھی عرض کر دوں کہ جب میں یتامیٰ کی بات کرتا ہوں تو اردو محاورے میں یتیم محض ایسے شخص کو نہیں کہتے جس کا باپ نہ ہو بلکہ ایسے شخص کو بھی نہیں کہتے جو چھوٹا ہو اور غیر شادی شدہ ہو۔ یتیم ایک، اردو محاورہ ہے اور اس محاورے کے پیش نظر بعض دفعہ شادی شدہ مرد کو بھی

یتیم کہہ دیتے ہیں اور بعض عورتیں جو شادی شدہ ہوں، بچوں والی ہوں ان کو بھی، یتیم سی عورت ہے بیچاری تو بیوہ تو نہیں کہیں گے اس کو لیکن یتیم کہہ دیا جاتا ہے۔ تو یتیم کا لفظ وسیع الاثر ہے، وسیع المعانی ہے اور یاد رکھنا چاہئے کہ عورتیں ہی نہیں مظلوم ہوتیں مرد بھی مظلوم ہوتے ہیں اور ایسے مظلوم ہوتے ہیں جن کو کہہ سکتے ہیں کہ یہ بیچارہ یتیم سا گھر میں پڑا ہوا ہے اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ یتیمی ایک اندرونی کمزوری کا نام ہے دراصل یعنی اردو میں جب لفظ یتیمی کا استعمال دیکھیں گے تو اندرونی طور پر ایک کمزوری ہے جس کے نتیجے میں یُتم پیدا ہوتا ہے۔

تو مرد عورتوں پہ ظلم کرتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں اور اس سلسلے میں میں خطبات دیتا رہتا ہوں لیکن بعض مرد کہتے ہیں کہ ہمارا بھی تو ذکر کرو، ہم پر بھی تو ظلم ہوتا ہے اور ایسے بیچارے لوگ ہیں جو واقعۃً گھر سے باہر زندگی زیادہ سے زیادہ کاٹتے ہیں کیونکہ گھر جانا ان کے لئے مصیبت بن جاتا ہے۔ اسی ضمن میں ایک لطیفہ بھی بیان ہوا ہے کہ ایک شخص اپنے دوست کو بتا رہا تھا کہ میرا کتنا کام ہے اس نے کہا دیکھو اتنے گھنٹے میں دفتر میں صرف کرتا ہوں، اتنے گھنٹے فلاں دکان پر ملازمت کرتا ہوں، اتنے گھنٹے فلاں کام کرتا ہوں، اتنے گھنٹے فلاں جگہ کام کرتا ہوں تو گھر کے لئے دو چار گھنٹے صرف بچتے تھے تو اس نے بڑے تعجب سے کہا کہ تمہیں آرام کا کوئی وقت نہیں ملتا۔ اس نے کہا یہی تو آرام کا وقت ہے جب گھر سے باہر میں خرچ کرتا ہوں وقت یہی تو میرے آرام کا وقت ہے گھر تو ایک عذاب ہے۔ تو ایسے لوگ بھی ہیں بیچارے جن کی بیویاں ظالم ہوتی ہیں اور ان کے لئے گھر جانا ایک مصیبت بن جاتا ہے۔

تو لفظ یتیم کو ان عام اور وسیع معنوں میں میں جب دیکھتا ہوں تو اس پہلو سے بھی بہت سی نصیحت کی باتیں ہیں جو جماعت کے سامنے کرنی چاہئیں۔ اول تو وہ مرد جن کا یہ حال ہو ان کی آپ بردبراہ راست کچھ نہیں کرسکتے۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ ان کے اندر ایک دفعہ جب کمزوری پیدا ہو چکی ہو تو اس کا پھر کوئی علاج نہیں۔ ایسے مردوں کے اوپر بیویوں کو دھونس جمانے کے سوا اور کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا اور ان کی اندرونی کمزوری ہے جس کا علاج ممکن نہیں ہے۔ شروع شادی میں تو ہو سکتا تھا لیکن جب ایک لمبے عرصے تک ایک عورت کے سامنے مرد آنکھ نہیں اٹھا سکتا تو وہ آنکھیں پھر اٹھنے کے قابل ہی نہیں رہتیں ہمیشہ یہی حال رہتا ہے اور اس ضمن میں ساری دنیا کا ادب بھرا ہوا ہے لطیفوں سے اور کہانیوں سے کہ ایسی عورتیں جو خاوندوں پر دندناتی پھرتی ہیں ان کے خاوند بیچارے کیسی زندگی بسر کرتے ہیں۔

ہمارے اپنے تجربے میں بھی ایسے بہت سے احباب ہیں جن کا یہی حال ہے بیچاروں کا۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس میں عورت خوش کبھی نہیں رہتی اس لئے یہ نصیحت میں خاوندوں کو کرنے کی بجائے عورتوں کو کر رہا ہوں۔ خاوند بے چارے، تو بے اختیار ہیں۔ اب ان کے ہاتھ سے معاملہ آگے نکل چکا ہے، کچھ بھی نہیں کرسکتے سوائے یتیمی کے رونے کے ان کے پلے کچھ نہیں رہا باقی لیکن عورتوں کو خود اپنا خیال کرنا چاہئے۔ میں نے گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے ایسی عورتیں کبھی بھی خوش نہیں رہتیں۔ نہ ان کی اولادیں خوش رہ سکتی ہیں نہ ان کی اولادوں کی تربیت ہو سکتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے مرد کو قوام بنایا ہے جس بیچاری عورت کا مرد قوام نہ ہو وہ اس طرح اندرونی غصے نکالتی ہے لیکن اس کی کچھ پیش نہیں جاتی۔

تو عورتوں کو چاہئے کہ ہوش کریں اور ایسے لوگوں کی عزت کریں، ان کے ساتھ عزت سے پیش آئیں، اپنے گھر کو ان کے لئے جنت بنائیں۔ اگر وہ اپنے گھر کو خاوندوں کے لئے جنت بنائیں گی تو ان کے پاؤں تلے ان کے بچے بھی جنت حاصل کریں گے۔ **اگر خاوندوں کے لئے وہ اپنے گھروں کو جنت نہیں بنائیں گی تو ان کے پاؤں تلے سے بچوں کے لئے جہنم تو مل سکتی ہے، ان کو جنت نصیب نہیں ہو سکے گی۔** کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایسی ماؤں کے بچے گستاخ ہو جاتے ہیں جن کی مائیں خاوند سے گستاخ ہوں۔ ان کے بچے صرف باپ سے ہی گستاخ نہیں ہوتے بلکہ ماں سے بھی گستاخ ہو جایا کرتے ہیں۔ اس لئے یہ سوچ کر، غور کے بعد میں نے یہی سمجھا ہے کہ ایسے خاوندوں بیچاروں کو تو میں نصیحت نہیں کر سکتا، ان کا یتم تو اب موت ہی دور کر سکتی ہے۔ لیکن عورتوں کو نصیحت کرنی چاہئے اور ان کی بھلائی میں ہے یہ بات۔

دوسرا پہلو ایک خاص طور پر عورتوں کی طرف توجہ کا یہ ہے کہ وہ سارا جماعتی نظام سے ہی تعلق رکھتا ہے کہ عورتوں کے سر پر ہاتھ رکھنے کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ **اپنے نظام جماعت کو بیواؤں کی شادی کی طرف توجہ دینی چاہئے** ورنہ بعض دفعہ شفقت کے ہاتھ کی بجائے ظالم کا ہاتھ عورت کے سر پہ چلا جاتا ہے۔ بیواؤں کے متعلق اسلامی فقہ کی رُو سے ان کو اپنی ذات میں ایک آزادی حاصل ہوتی ہے۔ ان کا کوئی اور دوسرا ولی نہیں ہوتا وہ خود ہی اپنا ولی ہوتی ہیں اور ایسے بھیڑئے بھی ہیں جو بھیڑوں پر ہاتھ رکھنے کی بجائے جیسا کہ ظاہر ہے، وہ ہاتھ رکھنے کے بہانے ان کا خون چوس جاتے ہیں۔

تو قرآن کریم نے اس کا جو حل پیش کیا ہے جو بیواؤں کے نکاح کے متعلق ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس پر بہت زور دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ بیواؤں کو نکاح کرنے چاہئیں اور بیواؤں کے نکاح کرایا کرو۔ لیکن اس راہ میں ہمارے ملک کا معاشرہ حائل ہوا ہوا ہے۔ بدقسمتی سے بیوہ کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اگر بیٹھی رہے اپنے خاوند کے نام پر تو یہی اس کے لئے بہتر ہے۔ یہ ظلم ہے اور یہ فضا ظلم ہے جس فضا میں ایسی عورت دم لیتی ہے کہ وہ سمجھتی ہے کہ میرا بیٹھا رہنا میری عزت کی نشانی ہے۔

ہندوؤں میں جو جل جانے کی رسم تھی، ستی ہو جانے کی وہ اسی وجہ سے جاری ہوئی ہے اور مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سے نصیحت پکڑیں۔ وہ عورت جس کو یہ نظر آرہا ہو کہ اب ساری زندگی میں نے دکھوں میں کاٹنی ہے اور ایک خاوند کے نام پر، اس کی عزت کے نام پر میں نے انتہائی مظلومیت کی زندگی بسر کرنی ہے، وہ بعض دفعہ یہ پسند کرتی ہے ورنہ ہندو معاشرے میں تو بہت حد تک یہ پسند کرتی تھی کہ وہ زندہ جل جائے مگر ساری زندگی نہ جلتی رہے۔ پس مسلمانوں کو جن کا ہندوؤں سے ایک قرب ہے، ان کی ہمسائیگی میں رہتے ہیں کوئی سو سال سے اسی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں ان سے نصیحت پکڑنی چاہئے تھی اور بیواؤں کی شادی کے متعلق ضرور توجہ کرنی چاہئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس میں پڑھ کے سناتا ہوں۔ فرماتے ہیں "اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے تو گو وہ عورت جوان ہی ہو دوسرا خاوند کرنا ایسا برا سمجھتی ہے جیسا کوئی بڑا بھاری گناہ ہوتا ہے اور تمام عمر بیوہ اور رانڈ رہ کر یہ خیال کرتی ہے کہ میں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے اور پاکدامن بی بی ہو گئی ہوں حالانکہ اس کے لئے بیوہ رہنا سخت گناہ کی بات ہے"۔ پس جتنی بھی احمدیوں میں ایسی بیوائیں ہیں جن کی شادی ممکن ہے۔ بعض ایسی ہیں جن کی شادی ممکن نہیں ہوتی بعض وجوہ سے وہ الگ مسئلہ ہے اس کے متعلق بھی دوسرے رستے سوچے جاسکتے ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں" اس لئے بیوہ رہنا سخت گناہ کی بات ہے۔ عورتوں کے لئے بیوہ ہونے کی حالت میں خاوند کر لینا نہایت ثواب کی بات ہے ایسی عورت حقیقت میں بڑی نیک بخت اور ولی ہے"۔

اب دیکھیں کتنا بڑا لقب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دے رہے ہیں۔ "ایسی عورت حقیقت میں بڑی نیک بخت اور ولی ہے جو بیوہ ہونے کی حالت میں برے خیالات سے ڈر کر کسی سے نکاح کر لے اور نابکار عورتوں کے لعن طعن سے نہ ڈرے"۔ (ملفوظات جلد ۵ طبع جدید۔ صفحہ ۴۷)۔ اب یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نکاح نہ کرنے کے لئے بھی ایک کھڑکی کھول دی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام جو ہے وہ اس پہلو سے بہت ہی عارفانہ ہے جس سلسلے میں جو نصیحت فرماتے ہیں اس کے ہر پہلو پر نظر رکھتے ہیں اور کوئی نہ کوئی استثناء بھی بیچ میں رکھ دیتے ہیں۔ تو دیکھیں فرمایا "جو بیوہ ہونے کی حالت میں برے خیالات سے ڈر کر کسی سے نکاح کر لے"۔

پس بعض ایسی بیوہ عورتیں ہیں جن کی عمر شادی کی بھی گزر چکی ہوتی ہے اور برے خیالات پیدا ہوتے ہی نہیں دل میں۔ تو اب وہ بیچاریاں یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے اوپر بھی ایک قسم کا انذار ہے کہ اگر ہم شادی نہیں کریں گی تو اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہو گا۔ وہ مستثنیٰ ہیں اور بعض ایسی پاکدامن عورتیں بھی مستثنیٰ ہیں جو چھوٹی عمر میں بیوہ رہ جاتی ہیں لیکن ان کا دل کلیۃً پاک رہتا ہے اور اتنا پاک ہوتا ہے کہ کسی اور کی نظر ہی نہیں پڑتی ان کے اوپر، ان کی زندگی کا رہن سہن ہی مختلف ہو جاتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ جو شرط رکھ دی "بڑی نیک بخت اور ولی ہے جو بیوہ ہونے کی حالت میں برے خیالات سے ڈر کر کسی سے نکاح کر لے"۔

برے خیالات سے ڈرے اور نابکار عورتوں کی لعن طعن سے نہ ڈرے۔ اب ایسی عورت کو جو طعنے دیتی ہیں عورتیں وہ نابکار ہیں ان کو فاسق و فاجر فرمایا گیا ہے۔ یہ عورت تو پاکدامن ہے اس لئے نکاح کر رہی ہے تو اس کی پاکدامنی کی راہ میں حائل ہو کر اس کو طعنے دیتی ہو تو گویا وہ نابکار نہیں تم نابکار ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تعلق میں قرآن کریم کی ایک آیت سے استنباط کرتے ہوئے بہت ہی لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں "وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ چونکہ لوگ بیوہ کے نکاح کے بارے میں کہتے ہیں یہ ہماری عزت کے خلاف ہے اس لئے فرمایا کہ میرا نام عزیز ہے۔ میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں، میں یہ حکم دیتا ہوں"۔ بحیثیت عزت والے کے، عزیز ہونے کے میں یہ حکم دیتا ہوں کہ نکاح کرلو۔ تو تمہاری اور کونسی عزت ہے جو اللہ سے بڑھ کر عزت ہے۔ جب تمام عزتوں کا مالک حکم دے رہا ہے تو عزت اسی میں ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔

"اور لوگ کہتے ہیں کہ بیوہ کا نکاح نامناسب ہے اس لئے فرمایا ہم حکیم ہیں"۔ عزیز کے ساتھ حکیم بھی فرمادیا کہ صاحب حکمت تو میں ہوں یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہ صرف میں عزت والا بلکہ صاحب حکمت ہوں اور جن لوگوں نے اپنے طور پر کوئی حکمت سوچی ہوئی ہے کہ بیوہ کا نکاح کرنا حکمت کے خلاف ہے وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ فرماتے ہیں "اس لئے فرمایا ہم حکیم ہیں۔ ہر قسم کی حکمت کو خوب سمجھتے ہیں اس لئے یہ حکم دیا جو نامناسب نہیں"۔ یہ ضمیمہ اخبار بدر قادیان ۲۹ / اپریل ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا۔ (بحوالہ حقائق الفرقان جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۷۵)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۲۴۵ میں لکھتے ہیں۔ "قومی اخلاق کی درستی کے لئے بیوائیں قوم میں نہ رہنے دی جائیں"۔ "قومی اخلاق کی درستی کے لئے بیوائیں قوم میں نہ رہنے دی جائیں"۔ ایک تو بیواؤں کا اپنا حق ہے، ایک قوم کا حق ہے کہ اپنے اخلاق کی حفاظت

روایتی
زیورات
جدید فیشن
کے ساتھ

شریف جیولرز
پروپرائیٹر حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔
دوکان: 0092-4524-212515
رہائش: 0092-4524-212300

کریں۔"بلکہ ان کی شادی کر دی جائے اسی طرح غلاموں اور رنڈیوں کی بھی شادی کی جائے"۔ یہ قرآن کریم کی آیت کے حوالے سے تھا یہاں اب غلامی کا تو سوال نہیں ہے۔ لیکن تفسیر کبیر میں چونکہ پرانے زمانے میں جب غلامی کا رواج عام تھا اس کی باتیں ہو رہی ہیں اس لئے اس کا تعلق پہلے زمانے سے ہے۔

"اور شادی میں مالی کمزوری کو مد نظر نہ رکھا جائے اور جو شادی کر ہی نہ سکیں وہ اپنے اخلاق کی درستی کا خاص طور پر خیال رکھا کریں"۔(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۲۴۵)۔اب شادی کر ہی نہ سکیں میں ایک اور بات بھی ہے جو قابل توجہ ہے کہ ہر عورت بیچاری کے بس میں تو نہیں ہوتا کہ وہ شادی کر لے۔ بعض عورتیں شکل و صورت کی کمزور ہوتی ہیں اور کئی ایسی باتیں پائی جاتی ہیں کہ رشتے آتے ہیں دیکھ کر وہ چلے جاتے ہیں۔اب اگر وہ بیوہ بھی ہو تو اس بیچاری کا کیا بس۔ کوئی خاوند بھی تو ہونا چاہئے یعنی ہونے والا خاوند جس کے ساتھ شادی کی جائے اس پر مجھے انگلستان کے ایک پرائم منسٹر کا قول یاد آگیا جو بہت گہری عقل والا اور دلچسپ قول ہے۔ اس نے پارلیمنٹ میں اعلان کیا کہ جہاں تک میری حکومت کی پالیسی کا تعلق ہے میں اس بات کے حق میں ہوں کہ سب عورتوں کی شادی ہونی ضروری ہے مگر سب مردوں کی شادی ہونی ضروری نہیں۔اب یہ لفظ اس نے کہہ دیا سب مردوں کی شادی ضروری نہیں تو ظاہر بات ہے کہ عورتوں کی بھی نہیں ہو سکے گی پھر۔ اپنی طرف سے اس نے عورتوں کی حمایت میں اعلان کیا ہے کہ میری حکومت کی پالیسی دیکھو کیسی عمدہ ہے میں چاہتا ہوں کہ ہر عورت کی شادی کروادی جائے لیکن مردوں پر میں یہ حکم نہیں ڈال سکتا۔وہ اگر شادی نہیں کریں گے تو عورتوں کی شادی کیسے ہو جائے گی۔

تو ایسی عورتیں بھی تو ہیں بیچاری جن کے اختیار میں نہیں ہے کہ شادی کرنا چاہیں بھی تو شادی کر نہیں سکتیں تو ایسی عورتوں کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے اخلاق کی درستی کا خاص طور پر خیال رکھا کریں۔ اب یہ ذمہ داری ان عورتوں پر آجاتی ہے اور اس میں بیوائیں ہی نہیں بلکہ کنواری عورتیں بھی جن کو انگریزی میں Spinster کہتے ہیں بڑی عمر کی ہوتی چلی جاتی ہیں اور شادی نہیں ہوتی وہ بھی اس میں داخل ہیں، ان کا بھی یہ پھر ذاتی فرض بن جاتا ہے معاشرہ بھی ان کی مدد کرے ان کے اخلاق کی حفاظت میں اور ذاتی طور پر وہ بھی اپنا خاص طور پر خیال رکھا کریں۔ بعض عورتیں ایسی ہیں جنہوں نے بچوں کی خاطر شادی نہیں کی ان پر کوئی حرف نہیں ہے۔اگر وہ اپنے اخلاق کی حفاظت کرتی ہوں اور ان کے اخلاق کی حفاظت کا ثبوت پھر یہ ہے کہ ان کی زندگی کی کیفیت ہی بدل جایا کرتی ہے اور بچے بھی سمجھتے ہیں کہ ایک پاکدامن ماں کے سائے تلے ہم زندگی بسر کر رہے ہیں۔

تو کوئی قاعدہ کلیہ ایسا تو نہیں بنایا جا سکتا کہ جس کے نتیجے میں ادھر کوئی بیوہ ہوئی ادھر اس کی شادی کا انتظام کر دیا جائے، نہ یہ دیکھا جائے کہ بچوں کا کیا حال ہوگا۔ بعض دفعہ ایک حکم ایک دوسرے حکم کے مقابل پر کھڑا ہو جایا کرتا ہے۔ یعنی جہاں بیوگان کا خیال رکھنے کی تعلیم ہے وہاں یتامیٰ کا بھی تو حق ہے۔ پس اگر کوئی ماں یہ سمجھے کہ میرے شادی کرنے سے میرے یتیم بچے رُل جائیں گے تو ایک شرعی عذر کے مقابل پر ایک شرعی عذر ہو جائے گا اس لئے اس کو دین کا باغی نہیں قرار دیا جا سکتا مگر شرط یہی ہے کہ وہ پھر اپنے اخلاق کی بطور خاص حفاظت کرے۔

اب میں آخر پر ایک ایسا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو دعا کی خاطر بھی ہے اور بتانا چاہتا ہوں کہ وہ کوششیں جو کسی نے قادیان میں کی تھیں وہ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت رنگ لا چکی ہیں اور کتنے تھوڑے روپے، کتنی محنت سے ایک شخص نے کام کیا تھا اور آج خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام دنیا میں اسی کے ثمر پھیلے پڑے ہیں اور یہ دعا کی تحریک بھی ہے اور یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قادیان میں جو بناء ڈالی گئی تھی اس پر بہت بڑی بڑی عمارتیں تعمیر ہو چکی ہیں۔ خدا نے اس چھوٹی سی بناء کو ضائع نہیں فرمایا۔ میری مراد حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکرِ خیر سے ہے۔ آپ عاشق تھے اس بات کے کہ یتامیٰ کی خدمت کریں۔ لفظ یتیم کے ساتھ ان کا نام اس طرح منسلک ہو چکا ہے تاریخ میں کہ کبھی بھی الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس ضمن میں آپ کا جو کردار تھا میں اس کے اوپر ساری باتیں تو بیان نہیں کر سکتا، بہت سی ہیں جو میری اپنی آنکھوں دیکھی ہیں مگر جو کچھ بھی تاریخ میں محفوظ ہے اس میں سے کچھ صفحے میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

ایک وقت تھا کہ باقاعدہ نظام کے طور پر یتیموں وغیرہ کا خیال رکھنے کا کوئی نظام نہیں تھا۔ مورخ نے یہ اسی سے نتیجہ نکالا ہے کہ تسلی بخش انتظام نہیں تھا۔ مراد یہ ہونی چاہئے اصل میں کہ یتیموں کی خبر گیری تو جماعت ہر جگہ کر رہی تھی اپنے طور پر کر رہی تھی مگر نظام جماعت کے طور پر کوئی ایسا تسلی بخش انتظام نہیں تھا مثلاً قادیان میں اگر یتامیٰ کا خیال رکھنے والے گھر موجود تھے تو بیرون قادیان بھی تو بہت سے ایسے یتامیٰ تھے جو ضرورت مند بھی تھے اور وہ خود قادیان کے گھروں میں آکر نہیں پل سکتے تھے تو مراد یہ ہے کہ ایسا انتظام نہیں تھا جو جماعتی انتظام ہو اور محض قادیان کے ضرورت مندوں کو نہ دیکھے بلکہ ہندوستان بھر میں پھیلے ہوئے ضرورت مندوں کی ضرورتیں دیکھے۔

اس ضمن میں حضرت میر محمد اسحق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بہت ہی اہم تاریخی کردار ادا کیا تھا۔ یکم مئی ۱۹۲۶ء میں آپ نے دارالشیوخ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا اور اس کا نام دارالیتامیٰ نہیں رکھا بلکہ دارالشیوخ رکھا کیونکہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے اردو محاورے میں یتیم اس شخص کو بھی کہتے ہیں جس کا پرسان حال کوئی نہ ہو تو وہ بڈھے بھی اس میں رکھے جاتے تھے جن کا کوئی پرسانِ حال نہ ہو ان کو اگر چھوڑ دیا جائے تو یتیموں کی طرح زندگی بسر کریں تو دارالشیوخ نام رکھا اور اس میں غریب اور معذور بچے بلکہ بعض بوڑھے بھی کافی تعداد میں رہتے تھے اور حضرت میر صاحب اپنی پرائیویٹ کوشش کے ذریعے ان کے اخراجات مہیا فرمایا کرتے تھے۔

اب یہ جو پرائیویٹ کوشش ہے اس سلسلے میں وہ کوشش چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر میں تھی اور آپ نے ایک خاموش تقریر کے ذریعے یعنی جس کو زبان تقریری کہتے ہیں یعنی بولے بغیر تائید کر دیں کسی بات کی تو اس کو تقریری تائید کہا جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے چونکہ نظام جماعت کی طرف سے آپ کو پکڑا نہیں کہ کیوں ایسا کام شروع کر رہے ہو جس کی نظام جماعت اجازت نہیں دیتا اس لئے حضرت میر صاحب نے بھی اس کا یہی نتیجہ نکالا اور واقعۃً یہی نتیجہ نکلتا تھا کہ حضرت مصلح موعودؓ خوش ہوئے اس بات سے کہ جماعت میں ایسے ادارے کی بناء ڈالی جا رہی ہے جس نے آگے جا کر بڑی عمارت بن جانا تھا۔ حضرت میر صاحب سارے اخراجات اپنی پرائیویٹ کوشش سے پورے کر لیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو تعلیم بھی دلواتے تھے، جامعہ احمدیہ میں داخل کرتے تھے جو ہائی سکول میں جانا چاہے اس کو ہائی سکول میں داخل کروایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس پہلو سے بہت سے بچے ہیں جو مدرسہ احمدیہ، جامعہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول میں پڑھے اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ ان پر نظر کریں تو بعد میں خدا تعالیٰ نے ان کو بہت کچھ دیا اتنے بڑے بڑے مقامات اور مراتب تک پہنچے ہیں اور مالی لحاظ سے بھی ان کو ایسی کشائش نصیب ہوئی کہ بعد میں انہوں نے لکھو کھہا دوسرے یتیم بچوں پر خرچ کیا اور دوسری بیواؤں وغیرہ پر خرچ کیا۔

اس سلسلے میں دو تین واقعات میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ایک حکیم عبداللطیف صاحب شاہد کا بیان ہے۔ وہ کہتے ہیں میری دارالشیوخ میں تین سال تک بطور مہتمم تقرری کے زمانے میں بیسیوں طالب علم قادیان بغرض تعلیم آئے۔ جب خاکسار آپ کی خدمت میں یعنی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت میر صاحب کی خدمت میں ایسے کسی طالب علم یا غریب آدمی کو داخلے کے لئے پیش کرتا تو تین سال کے لمبے عرصہ میں مجھے یاد نہیں کہ آپ نے کسی ایک کے داخلے میں بھی کبھی لیت و لعل سے کام لیا ہو۔ جو عربی دان ہیں وہ اسے لَیْتَ وَ لَعَلَّ پڑھنے پر زور دیتے ہیں۔ مگر اردو ڈکشنری میں لیت و لعل کہنا ہی کافی ہے۔ اردو ڈکشنریاں اسی کی تائید کرتی ہیں جب اردو کلام میں بات کی جائے تو لیت و لعل کہنا چاہئے۔ بہر حال جو بھی ہے یہ ضمنی سی بحث ہے۔

کہتے ہیں میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کبھی لیت و لعل سے کام لیا ہو۔ دارالشیوخ میں کسی فرد کے داخلے کے بعد آپ نے نہ صرف اس کی ضروریات کا پورا خیال رکھا بلکہ اس کو بیکار بھی نہیں رہنے دیتے تھے۔ اگر کوئی شخص طلب علم کی خواہش کرتا تو اسے ہائی سکول یا مدرسہ احمدیہ میں داخل فرما دیتے۔ اگر کوئی درزی وغیرہ کا کام سیکھنا چاہے تو اسے وہاں پر انچارج درزی خانہ مرزا مہتاب بیگ صاحب کے سپرد کر دیا کرتے تھے۔ مرزا مہتاب بیگ صاحب کی اپنی دکان تھی درزی کی تو انچارج نہیں کہنا چاہئے، مالک درزی خانہ جو مرزا مہتاب بیگ تھے کیونکہ بہت نیک دل، بہت بزرگ انسان تھے اس لئے حضرت میر صاحب انہی کے سپرد کر دیا کرتے تھے ماہر بھی بہت تھے، کہ وہ خود ان بچوں کا خیال رکھیں اور ان کو سکھائیں۔

اسی طرح ایک محرر تھے منشی محمد یٰسین صاحب جو نظارت ضیافت میں محرر ہوا کرتے تھے۔ قادیان کے پرانے لوگ ان کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ دارالشیوخ میں ایک سو پچھتر کے قریب افراد کے کھانے کے لئے بڑی محنت کرنی پڑتی تھی اور اس کا فنڈ بڑا کمزور تھا، کوئی جماعتی فنڈ نہیں تھا ایک دفعہ قاضی نور محمد صاحب مرحوم ہیڈ کلرک نظارت ضیافت نے عرض کیا کہ اب دارالشیوخ میں دو ہزار قرض ہو گیا ہے۔ حضرت میر صاحب سے عرض کیا کہ اب اس کا کیا کریں۔ فرمایا کل عصر کے بعد تانگہ لانا اور میرے ہمراہ چلنا۔(اس موقعہ پر حضور ایدہ اللہ کی آواز رقت سے گلوگیر ہو گئی۔مرتب) مجھے اس پہ درد اس لئے پیدا ہو رہا ہے کہ حضرت میر صاحب اس وقت بہت بیمار تھے، بخار کی حالت تھی لیکن یتیموں کی خاطر آپ نے فرمایا "اور تانگہ لانا میرے ساتھ چلنا" میں ایک یہ بھی حکمت ہے بڑی تکلیف اٹھا کر آپ یتیموں کی ضرورتیں پوری کیا کرتے تھے۔ دارالشیوخ کے لئے چندے کی تحریک کرنی ہے۔ دوسرے دن تانگہ لایا۔ ہم دونوں سوار ہو گئے۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کبیر مرحوم کے گھر کے پاس حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب ملے۔ نواب عبداللہ خان صاحب بھی بڑے فیاض تھے اور ضرورتمند یتامیٰ وغیرہ کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ اتفاق سے اللہ تعالیٰ کی شان کہ پہلے ہی ان سے واسطہ ہوا۔ حضرت نواب صاحب نے حضرت میر صاحب سے مصافحہ کیا۔ نواب صاحب نے مصافحہ کے بعد فرمایا۔ ماموں جان آپ کو بخار ہے۔ یہی وہ بیماری کی حالت ہے جس کا میں نے ذکر کیا تھا کہ بخار جب تک کسی نے مصافحہ نہیں کیا نہیں پتہ چلا، خود نہیں بتلایا، اس کو بھی نہیں بتلایا جس کو کہا تھا میرے ساتھ چلو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کی اس نیکی سے پردہ اٹھانا تھا اس لئے ایک ایسا شخص ملا جس نے اپنا گھر کا بڑا سمجھ کر مصافحہ کیا اور کہا ہیں! آپ کو تو بخار ہے۔ فرمانے لگے ہاں کچھ بخار تو ہے مگر دارالشیوخ پر کچھ قرضہ ہو گیا ہے اور اس کے لئے چندہ کرنے کو محلہ

دارالرحمت جارہاہوں۔

انہوں نے، نواب عبداللہ خان صاحب نے جیب میں ہاتھ ڈال کر پچاس روپے نکالے اور اسی وقت پیش کر دیئے۔ مجھے فرمایا یعنی یٰسین صاحب کی روایت ہے مجھے فرمایا کہ جیب میں رکھتے جاؤ۔ جب نواب صاحب کچھ آگے نکل گئے تو فرمایا "بوہنی تو اچھی ہو گئی"۔ بوہنی کہتے ہیں جو دکاندار دکان کھولتا ہے تو پہلا سودا جو ہوتا ہے اس کے اوپر اس کی نظر ہوتی ہے۔ یہ مشہور ہے کہ اگر پہلا سودا اچھا ہو جائے تو سارا دن اچھا گزر جاتا ہے۔ تو وہ تو پتہ نہیں لوگوں کا اچھا گزرتا ہے کہ نہیں۔ میر صاحب تو خدا کی خاطر نکلے تھے۔ بوہنی بھی خدا نے کروائی تھی اور دن بھی لازماً اچھا گزرنا تھا۔ فرمایا بوہنی تو اچھی ہو گئی ہے۔ غرض محلہ دارالرحمت میں پہنچے۔

اب مجھے سمجھ نہیں آئی کہ محلہ دارالرحمت کا کیوں انتخاب کی ہے شاید لفظ رحمت میں کچھ آپ نے ایسی بات دیکھی کہ اللہ کی رحمت کی تلاش میں نکلا ہوں تو دارالرحمت میں جانا چاہئے۔ مغرب کی نماز کے بعد تحریک کی گئی۔ اس میں ایک اور بزرگ کا بھی ذکر مل گیا ہے جن کو خود بھی غریبوں اور مسکینوں کی خدمت کا بہت شوق تھا وہ حضرت مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری تھے، ان سے تقریر کروائی۔ معلوم ہوتا ہے طبیعت کافی خراب تھی ورنہ حضرت میر صاحب خود بہت اچھے مقرر تھے اور ایسی باتیں جو دل پر اثر انداز ہونے والی ہوں اس میں تو آپ کو تقریر کا ایسا ملکہ تھا کہ بعض تقریروں میں وہ لوگ جو شامل ہوئے ہیں پرانے زمانے کے جو زندہ ہیں ابھی تک جانتے ہیں کہ شروع سے آخر تک لوگوں کی چیخیں نکل جایا کرتی تھیں بڑا دردانگیز بیان ہوا کرتا تھا۔ خود بھی روتے تھے لوگوں کو بھی رلایا کرتے تھے تو اس وقت، اتنی اہم تحریک کے وقت خود نہ اٹھنا یہ بھی میرے نزدیک اس بات کی علامت ہے کہ آپ کو توفیق نہیں تھی اس وقت۔

بہرحال مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری نے تقریر کی۔ اہل محلہ نے خوب چندہ دیا، غلہ بھی دیا۔

پھر دوسرے دن بھی گئے اور اس دن دارالفضل گئے اور پھر یہ سلسلہ جاری رکھا۔ یہاں سے شروع ہوا رحمت سے پھر فضل پھر دوسرے محلوں میں بھی جاتے رہے۔ ایک ہفتے کے اندر اندر اڑھائی ہزار روپیہ جمع ہو گیا، غلہ اس کے علاوہ تھا۔ قاضی صاحب سے فرمانے لگے جب کمی ہو جائے گی پھر بتانا، پھر میں اسی طرح اکٹھے کر لوں گا۔

حافظ عبدالعزیز صاحب مؤذن مسجد اقصیٰ کا یہ بیان ہے کہ ایک دفعہ ایک معزز احمدی قادیان تشریف لائے۔ وہ بوجہ عدم الفرصتی کے ایک گھنٹے کے لئے حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو آئے تھے کہیں باہر سے آئے تھے، صاحب حیثیت تھے اور بالکل مختصر ملاقات کے لئے پھر واپس چلے جانا تھا۔ حضرت میر صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے لوگوں کی تاک میں رہا کرتے تھے تاکہ ان کو بھی ثواب میں شامل کر لیں۔ جانتے تھے کہ صاحب حیثیت ہیں تو طریقہ بہت اچھا ڈھونڈا۔ انہوں نے فوراً بھائی احمد دین صاحب ڈنگوی کی دکان سے ان کے لئے لسی اور ناشتے کا انتظام کیا، ان کو ساتھ لے کر دارالشیوخ میں تشریف لائے۔ جب لسی اور ناشتہ پیش کیا تو ویسے بھی اس وقت آنے والے کی عزت افزائی ہونی چاہئے تھی، مہمان کی خدمت ہونی چاہئے تھی تو ذاتی طور پر جب ان کو لسی کا ناشتہ وغیرہ ملا تو بہت خوش ہوئے تو کہا آیئے میں آپ کو دارالشیوخ بھی دکھادوں۔

دارالشیوخ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ جماعت کے یہ یتیم اور مسکین ہیں۔ ایک بہت پیاری بات کہی۔ یہ میرا باغ ہے میں نے یہ باغ لگایا ہے دیکھو خدا تعالیٰ نے اس باغ کو ساری دنیا میں پھیلا دیا۔ اس کثرت سے یہ باغ ملک ملک لگ رہے ہیں۔ میں آپ کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ اس زمانے میں نیکی اور خلوص اور تقویٰ نے جو بنیادیں ڈالی تھیں انہی پر یہ عمارتیں تعمیر ہو رہی ہیں۔ وہ بیج جو بوئے گئے تھے وہ اس وقت باغ کہلانے کے ابھی حقیقت میں مستحق نہیں تھے کیونکہ تھوڑے سے چند پودے تھے۔ اب تو وہ عالمی باغ بن گئے، تمام جہان پر ان کا عرصہ محیط ہو چکا ہے۔ فرمایا اللہ کی خاطر لگایا ہے آپ بھی اس کی آبیاری میں حصہ لیں۔ وہ احمدی دوست چند منٹ میں آپ کی باتوں سے اس قدر متاثر ہوئے کہ پانچ صد روپے کی رقم ان یتامیٰ کی اعانت کے لئے پیش کر دی۔

اب یہ جو پانچ صد کی رقم ہے بظاہر دیکھنے میں اگرچہ اس وقت کے لحاظ سے بڑی تھی مگر پھر بھی کچھ نہیں۔ اب واقعہ یہ ہے کہ میں بعض ایسے یتامیٰ کو جو یہاں پلے تھے دارالشیوخ میں ان کو ذاتی طور پر جانتا ہوں جنہوں نے زندگی بھر ایک کروڑ روپے کے قریب دوسرے یتامیٰ اور ضرورتمندوں کے لئے خرچ کئے ہونگے۔ تو براہ راست وہ پودے جو ہاں لگے تھے ان کا فیض بھی پھیلا ہے، ان کی جڑیں بھی پھیلی ہیں، ان کی شاخیں بھی پھیلی ہیں اور بڑے وسیع علاقوں پر محیط ہو گئی ہیں اور وہ سارے احمدی جو اس زمانے میں غریبوں، مسکینوں، یتیموں کی خدمت پر مامور رہا کرتے تھے اللہ کی خاطر ان کی دعاؤں، ان کی کوششوں کو دیکھ کر اللہ نے کیسا نہ لیا ہے۔ آج تمام عالم پر خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ باغ لہلہا رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو فرماتے ہیں۔

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں ☆ لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں

یہ وقت خزاں ہے، دیکھو دنیا میں ہر جگہ یتیموں، بیواؤں، بے سہاروں کو پوچھنے والا کوئی بھی نہیں۔ آج جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے پاکستان بھی جل رہا ہے، آج عراق بھی جل رہا ہے، بنگلہ دیش بھی جل رہا ہے، سیاست دان بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں، بڑے بڑے وعدے دلاتے ہیں اور ووٹ مانگنے کے لئے ہر قسم کی لالچیں دیتے ہیں ووٹ کھا جاتے ہیں اور ان کا پیٹ خالی رہتا ہے جن کا ووٹ کھا جاتے ہیں پس سارا زمانہ محتاج ہے، سارا زمانہ فقیر ہو چکا ہے اسکا کچھ علاج کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"آنکھ کے پانی سے یارو کچھ کرو اس کا علاج"۔ اور کچھ نہیں تو اس آگ کو تمہاری آنکھ کا پانی بجھادے گا۔ دل میں درد پیدا کرو اور آنکھ کے پانی سے اس کا علاج کرو۔ سعدی ہی نے ایک موقع پر یہ کہا کہ خشک سالی اور فاقہ کشی اور غربت کا ایک موقع پر یہ عالم تھا سارے ملک کا کہ سب پانی خشک ہو گئے تھے سوائے یتیم کی آنکھ کے پانی کے۔ بہت پیاری بات کہی ہے سب پانی خشک ہو گئے مگر یتیم کی آنکھ کا پانی خشک نہیں ہوا۔ آج وقت ہے کہ **میں چاہتاہوں کہ سب دنیا کے پانی سوکھ جائیں مگر اے احمدیو! تمہاری آنکھ کا پانی نہ سوکھے۔ آج تمہاری ہی آنکھ کا پانی ہے جو ان باغوں کی آبیاری کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ پانی ہے جو اس آگ کو بجھائے گا۔**

پس میں امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ جماعت کو یہ توفیق بخشے گا، بخش رہا ہے اور بھی بخشے اور بخشتا چلا جائے۔ آج اگر آپ نے دنیا کا ساتھ چھوڑ دیا تو کوئی دنیا کا ساتھ دینے والا نہیں رہے گا۔ **ہر نیکی کی بناء جماعت احمدیہ ہے، ہر نیکی کا استحکام جماعت احمدیہ سے وابستہ ہو چکا ہے۔** پس اللہ کے فضل کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے دعاؤں میں بھی آنکھ کا پانی برسے اور ان معنوں میں بھی برسے کہ ان پودوں کی آبیاری آپ کرنے والے ہوں، جتنی توفیق ہو اس کے مطابق ان باغوں کو لہلہاتا ہی رکھے ہمیشہ۔ خدمت خلق کے باغات ہیں اللہ تعالیٰ ہماری توفیق کو بڑھائے۔ یہ بنیادی مقاصد میں داخل ہے۔ دو ہی تو مقصد ہیں اللہ سے تعلق اور بنی نوع انسان سے تعلق اور اللہ کا تعلق منحصر ہے اس بات پر کہ بنی نوع انسان سے تعلق ہو۔ اللہ کا تعلق افضل ہے مگر شروع بنی نوع انسان کے تعلق سے ہوتا ہے اگر بنی نوع انسان سے تعلق نہیں ہے تو پھر خدا بھی اپنی رحمت اور شفقت کا ہاتھ اٹھالیا کرتا ہے۔

خدا کے بندوں سے پیار کرنا سیکھو چاہیے دل میں یہ نیت ہو کہ اللہ مجھ سے پیار کرے اگر خدا کے بندوں سے پیار کروگے تو اللہ ضرور پیار کرے گا۔ ابوادھم کی وہ کہانی جو سب دنیا میں مشہور ہوئی یہاں تک کہ انگلستان میں اس پر بڑی بڑی نظمیں لکھی گئیں۔ وہ یہی تو بات کہتی ہے۔ ابوادھم ایک دفعہ حج کے دوران رات کو لیٹے ہوئے تھے غنودگی کی حالت میں یہ کشف دیکھا کہ فرشتے ہاتھ میں کتاب لئے ہوئے کچھ لکھ رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا لکھ رہے ہو۔ انہوں نے کہا ان لوگوں کے نام لکھ رہے ہیں جن کو خدا سے محبت ہے۔ تو انہوں نے کہا میرا نام تلاش کرو، نام نہ نکلا۔ پھر دیکھا یہ دوسری کتاب، یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ ان لوگوں کی کتاب ہے جن کو اللہ کے بندوں سے محبت ہے اس میں ابوادھم کا نام سرفہرست تھا۔ پھر دوسرے دن یا اسی کشف کی حالت کی بات ہے پھر دیکھا کہ ایک اور کتاب اٹھائے پھر رہے ہیں انہوں نے کہا یہ کون سا رجسٹر ہے اس میں کن لوگوں کے نام ہیں؟ کہا کہ جن سے اللہ محبت کرتا ہے۔ دیکھا تو سب سے اوپر ابوادھم کا نام تھا جس کا خدا کے بندوں کی خدمت پہ نام تھا اس کا خدا کی محبت میں بھی نام تھا اگرچہ بظاہر یہ نہیں تھا کہ خدا سے محبت کرتا ہے اس کے بندوں سے محبت کرتا تھا مگر جب اللہ کی محبت کی باری آئی تو اس کا نام سرفہرست تھا جو اللہ کے بندوں سے محبت کرتا تھا۔

پس اسی دعا پر میں اس خطبے کا اختتام کرتا ہوں کہ خدا کرے کہ ہمیشہ رہتے وقتوں تک جماعت کا نام ان رجسٹروں میں لکھا جائے جن میں ان کے نام ہیں جن سے اللہ محبت کرتا ہے۔

We offer professional service in buying, selling of properties for all your real Estate requirement in Bangalore and Karnataka

Contact:-

CHOICE REAL ESTATE
327 Tipu Sultan palace Road
Fort Banglore - 560002 ☎ 6707555

طالب دُعا: محبوب عالم ابن محترم حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم

M/S NISHA LEATHER
Specialist in Leather Belts, Leather Ladies & Gents Bag, Jackets Wallets etc.
19A, Jawahar Lal Nehru Road
Calcutta- 700081 ☎ 2457153

GUARANTEED PRODUCT
NEVER BEFORE
THIS COMFORT THIS DURABILITY AND SOLIGHT
A TREAT FOR YOUR FEET
Soniky
HAWAI
NEW INDIA RUBBER WORKS (P) Ltd
34,A DEBENDRA CHANDRA DEY ROAD CALCUTTA-15

جماعت احمدیہ کے معاند اور برصغیر کے ایک معروف اخبار "زمیندار" کے ایڈیٹر

ظفر علی خان اور احمدیت

چند تاریخی حقائق و واقعات

گاہے گاہے بازخواں ایں قصۂ پارینہ را

(بشیر احمد زاہد)

ظفر علی خان کے والد مولوی سراج الدین تھے اور یہ حقیقت ہے کہ مولوی سراج الدین بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے بڑے مداح اور عقیدت مند تھے۔ خود انہوں نے ۱۹۰۸ء میں آپ کی وفات حسرت آیات پر یہ لکھا تھا:

"مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۲، ۲۳ سال کی ہوگی اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ ملازمت کے بعد تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا۔ عوام سے کم ملتے تھے۔ ۱۸۷۸ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی۔ ان دنوں آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے......... ہم بارہا کہہ چکے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ .... آپ بناوٹ اور افترا سے بری تھے۔ مسیح موعود یا کرشن کا لوتار ہونے کے دعاوی جو آپ نے کئے ان کو ہم ایسا ہی خیال کرتے ہیں جیسا کہ منصور کا دعویٰ انا الحق تھا......... گو ہمیں ذاتی طور پر مرزا صاحب کے دعاوی یا الہامات کے قائل اور معتقد ہونے کی عزت حاصل نہ ہوئی مگر ہم ان کو ایک پکا مسلمان سمجھتے ہیں"۔

(زمیندار ۸/جون ۱۹۰۸ء)

اور شاید یہ ان کے والد محترم کی ہی اس "چشم دید شہادت" کا کرشمہ تھا کہ بسا اوقات وہ تحریک احمدیت کی انتہائی مخالفت اور معاندت کے دنوں میں بھی اپنے قلم سے ایسی نگارشات جنم دیتے رہے اور دوسروں کی ایسی علمی کاوشوں کو بھی اپنے اخبار کی زینت بناتے رہے جو تحریک احمدیت کی عظمت و صداقت کا ثبوت اور نوجوانان احمدیت کی دینِ اسلام کے لئے فداکاری اور جانثاری کا زندہ و تابندہ نشان ہوتی تھیں۔ اور یہ وہ روشن حقیقت ہے جس کا اظہار جماعت احمدیہ کے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے ایک خواب کی بنا پر ۱۹۵۱ء میں کیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

"۱۵/اکتوبر کی رات کو میں نے (خواب میں) دیکھا کہ میں گویا کسی پہاڑ پر ہوں اور وہاں مولوی ظفر علی صاحب (اور مولوی اختر علی صاحب) بھی موجود ہیں۔ انہوں نے وہاں پر کوئی مکان کرایہ پر لیا ہوا ہے اور مولوی اختر علی صاحب نے میری دعوت کی ہے۔ اور لوگوں کی بھی دعوت کی ہے۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ ایسے شدید دشمن کا دعوت کرنا کیا معنے رکھتا ہے۔ مگر میں نے دعوت قبول کرلی اور ان کے گھر چلا گیا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ ایک کرسی پر مولوی ظفر علی صاحب بیٹھے ہیں۔ لیکن کمزور معلوم ہوتے ہیں۔ اور بڑھاپے کے شدید آثار ان پر ظاہر ہیں۔ دونوں باپ بیٹا مجھ سے ملے ہیں۔ اور پھر انہوں نے خواہش ظاہر کی ہے کہ ہمارا مکان چھوٹا ہے۔ اگر آپ کہیں تو آپ کی کوٹھی میں ہی دعوت ہو جائے۔ میں نے خوشی سے اس کو منظور کر لیا۔ چنانچہ میں بھی اور دوسرے مہمان بھی اور مولوی ظفر علی صاحب اور اختر علی صاحب ہماری کوٹھی پر آگئے۔ وہاں ایک بڑا کمرہ ہے اس میں سارے بیٹھ گئے کہ یہیں کھانا کھایا جائے گا۔ اس کے بعد میں نہیں کہہ سکتا کہ میری آنکھ کھل گئی یا بعد کا نظارہ مجھے یاد نہیں رہا۔ بہر حال خواب اسی حد تک مجھے یاد ہے"۔

حضور اس خواب کی تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مولوی ظفر علی صاحب نے جماعت کی بڑی مخالفت کی ہے۔ گو کبھی کبھی جماعت کے کاموں سے متأثر ہو کر اس کی تعریف بھی کی ہے۔ بہر حال ان کے والد سلسلہ کے بڑے مداح اور حضرت صاحب کے بڑے عقیدت مند تھے۔ اور اس کی وجہ سے ان کی مخالفت کے باوجود ہمارے دل میں ہمیشہ یہی خیال رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور وہ اپنا رویہ بدلیں۔ ان کی مخالفت کے ساتھ کبھی بھی طبیعت میں کلی انقطاع ان سے پیدا نہیں ہوا۔ بوجہ ان کے والد مرحوم کے تعلق کے اور بوجہ اس کے کہ کبھی کبھی ان پر یہ دور بھی آتا رہا ہے کہ وہ صداقت کا اظہار کرنے سے رکے نہیں اور جماعت کے اچھے کاموں کی انہوں نے تعریف کی ہے۔ پس ممکن ہے ہماری ان خواہشات کے نتیجہ میں کسی وقت اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے بیٹے کو میانہ روی کی توفیق دے دے۔ اور وہ اپنے اس طریقہ کو جو متانت کے بھی اور اسلامی تعلیم کے بھی خلاف ہے ترک کر کے صلح کی طرف ہاتھ بڑھائیں۔ یا کم سے کم یہ ہو کہ جہاں ہمارے عیب ان کو نظر آتے ہیں وہاں ہماری خوبیاں بھی ان کو نظر آنے لگیں۔ اور وہ ہماری مخالفت میں حد سے گزرنے کی بجائے میانہ روی اختیار کریں"۔

(روزنامہ الفضل ۳/اکتوبر ۱۹۵۱ء، صفحہ ۵)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یہ خواب اکتوبر ۱۹۵۱ء میں دیکھا تھا۔ جب مولوی ظفر علی خان احراری ملاؤں کی اس خطرناک اور آتشیں تحریک کا جزو اعظم بن چکے تھے جس کو انہوں نے پوری تیاری اور پوری شدت سے ۱۹۵۳ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف آغاز دیا تھا اور پنجاب کے وزیر اعلیٰ ممتاز دولتانہ کا ان کو پورا پورا تعاون حاصل تھا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی ان دنوں یہ انتہائی خواہش اور کوشش تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہو وہ احمدیت کے سرسبز و شاداب اور مثمر الاثمار شجرۂ طیبہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں۔ اور اس کے لئے انہوں نے نہ صرف زبان کی آتش بیانیوں اور قلم کی شعلہ افروزیوں سے جماعت کے خلاف جگہ جگہ فتنہ و فساد کے آتشکدے بھڑکائے تھے بلکہ ان کو یہ بھی فخر حاصل رہا کہ ان کے صاحبزادے مولوی اختر علی خان بھی اس عظیم کام میں ان کے شریک و سہیم ہیں اور انہوں نے بھی تحریک احمدیت کو صفحہ ہستی سے ملیامیٹ کرنے کے لئے کئی زبردست اور بے مثال کام سرانجام دئے تھے جن میں سے دو تین سپرد قلم ہیں۔

☆...... انہوں نے کوشش کی کہ ایک لاکھ رضاکاروں سے ان کے نوجوان گرم خونوں سے یہ دستخط لئے جائیں کہ وہ تحریک احمدیت کو مٹانے کے لئے اپنی جان تک کی بازی لگا دیں گے۔ مگر جلد ہی ۱۹۵۳ء میں اس ڈرامے کا یہ عبرت ناک ڈراپ سین ہوا کہ مولوی اختر علی خان نے خود ہی ناصر باغ میں ختم نبوت کے اس عظیم الشان جلسہ میں شمولیت سے گریز کیا۔ جس پر رضاکاروں کے عظیم جلوس نے اخبار زمیندار کی بلڈنگ کے سامنے زبردست احتجاج کیا اور ان کے خلاف ناپسندیدہ احتجاجی نعرے بلند کئے۔

☆...... اس تحریک کے دوران ایک بہت بڑا کارنامہ خود بزعم خویش انہوں نے یہ سرانجام دیا کہ جناب حمید نظامی کو مجبور کیا گیا کہ وہ احمدیوں کو کافر قرار دیں۔ مگر جب وہ کسی صورت بھی اس کیلئے تیار نہ ہوئے تو آخر کار ان سے یہ سوال کیا گیا کہ وہ بتائیں کہ وہ احمدیوں کو کیا سمجھتے ہیں؟ جس کے جواب میں انہوں نے یہ لکھا کہ میں احمدیوں کو وہی سمجھتا ہوں جو کچھ آپ نے ان کو سمجھ کر لندن میں امام ووکنگ کی امامت میں نماز عید پڑھی تھی۔ میں عرض کر دوں کہ ان کے اخبار نے اس کی رپورٹنگ میں یہ لکھا تھا:

"کل شاہجہان مسجد ووکنگ میں عید الضحیٰ کی تقریب اس شان سے منائی گئی کہ لندن کی تاریخ میں ایسی روح پرور **اسلامی تقریب** پہلے کبھی نہ دیکھی گئی تھی......... پاکستانی اخبار کے وفد کے ارکان، پاکستان کے ہونے والے مسلمان کمانڈر انچیف اور دوسرے پاکستانی مہمانوں نے شرکت کی۔ مولانا اختر علی خان نے پاکستانی فضائیہ کے زیر تربیت نوجوانوں کے سامنے ایک پرجوش تقریر کی۔ بین الاقوامی برادری کی یگانگت کا ایک ایسا روح پرور نظارہ تھا جس کی مثال لندن کی تاریخ میں نہیں ملتی"۔ (زمیندار ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء)

☆...... علاوہ ازیں انہوں نے بقول۔ ہفت روزہ آثار، لاہور۔ یہ سود مند کارنامہ بھی سرانجام دیا جو کسی سود خور مہاجن نے بھی کبھی سرانجام نہ دیا ہوگا کہ "ختم نبوت کے نام پر حکومت سے بھی لاکھوں روپے لئے اور عوام سے بھی ڈھیروں روپے چندہ وصول کیا (پھر) انہوں نے چندہ اکٹھا کرنے کے لئے ختم نبوت کے نام پر ایک ایک روپے کے نوٹ چھاپ لئے تھے جنہیں لوگوں کو دے کر ان سے اصلی نوٹ بطور چندہ لئے جاتے تھے"۔

(آثار ۳۰/جون ۱۹۷۴ء)

لیکن اس سب کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ روزنامہ زمیندار کے دامن صحافت میں ایسے جواہر پارے بھی آویزاں رہے ہیں جو تحریک احمدیت کی عظمت و صداقت کا روشن ثبوت ہیں۔ اور اس کے صفحات میں ایسے انمول موتی بھی چمکتے رہے ہیں جو نوجوانان احمدیت کی دین اسلام کے لئے فداکاری و جانثاری کے تابندہ نشان تھے اور میں آج انہی میں سے چند قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں مگر اس دلی دکھ اور رنج کے ساتھ کہ پانچ سال ہوئے کہ جناب ریٹائرڈ جسٹس محمد رفیق تارڑ (حال صدر پاکستان) نے گوجرانوالہ شہر میں روزنامہ "خبریں" کی ایک منعقدہ تقریب میں ایک مضمون پڑھا تھا جس میں انہوں نے مولوی ظفر علی خان کے حوالے سے یہ کہا تھا کہ:

"وہ انگریز، انگریزی نبوت، انگریزی اقتدار اور تہذیب و تمدن کو شعر کے اڑنگے پر لا کر ایسی پٹخنی دیتے کہ چودہ طبق روشن ہو جاتے۔ انگریزی نبوت کے متعلق "ارمغان قادیان" کی صورت میں اشعار کے انبار لگا دئے۔ ایک نظم میں فرماتے ہیں ؎

تجھے کیا بتاؤں اے ہم نشیں! میرے غم کا قصہ طویل ہے
میرے گھر کی لٹ گئی آبرو، ہوا غیر جب سے دخیل ہے
ہیں کسی کے پاؤں میں بیڑیاں اور کسی کے گھر کی ہیں قرقیاں
گئہ ستم فرنگ کا جسے دیکھئے وہ قتیل ہے
ہیں نئی روش کی عدالتیں اور نرالے ڈھب کے ہیں فیصلے
نہ نظیر ہے، نہ دلیل ہے، نہ اپیل ہے، نہ وکیل ہے"

(روزنامہ خبریں ۱۷/جنوری ۱۹۹۴ء)

مجھے اعتراف ہے کہ "ارمغان قادیان" میں مولوی ظفر علی خان نے تحریک احمدیت کے خلاف "اشعار کے انبار" لگا رکھے ہیں مگر حق یہ ہے کہ جناب تارڑ صاحب نے اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں جو چند اشعار نقل کئے ہیں ان میں اشارۃً بلکہ کنایۃً بھی احمدیت کا ذکر نہیں ہے۔ اور پھر ظلم یہ ہے کہ انہوں نے جو مزید یہ دعویٰ کیا ہے کہ "وہ انگریز، انگریزی نبوت، انگریزی اقتدار اور تہذیب و تمدن کو شعر کے اڑنگے پر لا کر ایسی پٹخنی دیتے کہ چودہ طبق روشن ہو جاتے"۔ ان میں سے کوئی ایک بات بھی تو پاکستانی معاشرہ کے موجودہ حالات سے ہم آہنگ نہیں ہے مگر اس کے برعکس ان کے صدارتی انتخاب سے قبل اخبارات نے جو بار بار لکھا تھا کہ ان کو دشمن پاکستان مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنا "پانچواں بیٹا" کہا تھا وہ ضرور اس سے ثابت ہے۔ ہاں وہی عطاء اللہ شاہ بخاری جس نے علی الاعلان یہ کہا تھا کہ:

"ماں نے وہ بیٹا نہیں جنا جو پاکستان کی "پ" بھی بنا سکے"۔ اور "پاکستان ایک بازاری عورت ہے جس کو احرار نے مجبوراً قبول کیا ہے"۔

(تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ صفحہ ۲۷۴، ۲۷۵)

اور "میں نے اپنے دفتر کے چپڑاسی کا نام قائداعظم رکھا ہے"۔ (روزنامہ ڈان)۔

میں ان ابتدائی سطور کے بعد ان تاریخی حقائق و واقعات کو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جو ان کی تمام تر مخالفت و عداوت اور بغض وعناد کے باوجود ان کے اخبار "زمیندار" کی زیب وزینت بنتے رہے اور آج بھی تحریک احمدیت کی عظمت و صداقت اور نوجوانانِ احمدیت کی دین اسلام کے لئے فداکاری و جاں نثاری کا روشن ثبوت اور تابندہ نشان ہیں۔

آہ! صد آہ!! کہ جناب جسٹس (ریٹائرڈ) تارڑ صاحب تو ۱۹۹۴ء میں یہ لکھتے ہیں کہ "وہ انگریز، انگریزی اقتدار اور انگریزی تہذیب و تمدن کو شعر کے اڑنگے پر لاوہ پٹخنی دیتے کہ چودہ طبق روشن ہو جاتے"۔ مگر روزنامہ زمیندار کی ۱۹۱۱ء کی ان کے خلاف شہادت ہے کہ مولانا نے اس زمانے میں انگریز اور انگریزی حکومت کی شان میں یہ قصیدہ مدحیہ لکھا تھا:

جھکا فرط عقیدت سے مرا سر
ہوا جب تذکرہ کنگ ایمپرر کا
خدا انگلینڈ کو رکھے سلامت
کہ ہے اس سے تعلق عمر بھر کا"

(زمیندار ۱۹/اکتوبر ۱۹۱۱ء)

پھر لکھا تھا:

"زمیندار اور اس کے ناظرین گورنمنٹ کو سایۂ خدا سمجھتے ہیں اور اس کی عنایاتِ شاہانہ اور انصاف خسروانہ کو اپنی دلی ارادت و قلبی عقیدت کا کفیل سمجھتے ہیں اور اپنے عالم پناہ کی پیشانی کے قطرہ کی بجائے اپنے جسم کا خون بہانے کو تیار ہیں اور یہی حالت ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی ہے"۔ (زمیندار ۹/نومبر ۱۹۱۱ء)

پھر مزید لکھا کہ:

"مسلمان ایک لمحہ کے لئے بھی ایسی حکومت سے بدظن ہونے کا خیال تک نہیں کر سکتے۔ اور اگر کوئی بدبخت مسلمان گورنمنٹ سے سرکشی کی جرأت کرے تو ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ وہ مسلمان مسلمان نہیں"۔

(زمیندار ۱۱/نومبر ۱۹۱۱ء)

☆......☆......☆

اور اب رہی ان کی مبینہ انگریزی نبوت۔ سو اس کے لئے حسب ذیل تاریخی حقائق و واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

☆...... جناب مولوی ظفر علی خان حضرت بانی جماعت احمدیہؑ کی بعثت کے عظیم الشان مقصد کی بابت رقمطراز ہیں:

"جناب مرزا غلام قادیانی کی زندگی کا ایک بہت بڑا مقصد آپ کے متعدد دعاوی کے لحاظ سے جو حیز تحریر میں آچکے ہیں مسلمانوں میں وحدت قائم کرنا ہے"۔ (مولانا ظفر علی گرفتاری صفحہ ۱۵ از خان کابلی)

اور یہ وہ حقیقت تاباں ہے جس کا اظہار حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس الہام سے درخشاں ہے جس میں خدا تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:

"سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو۔ علیٰ دین واحد"۔

(الحکم ۲۴/نومبر ۱۹۰۵ء)

☆......☆......☆

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے ۱۹۰۸ء میں براہین احمدیہ حصہ پنجم میں ایک طویل نظم تحریر فرمائی تھی جس کے آخر میں آپ نے منجانب اللہ ایک انتہائی خوفناک دلوں کو لرزا دینے والی تباہ کن جنگ کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا:

"اک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائیں گے دیہات و شہر و مرغزار
خون سے مردوں کو کوہستان کے آب رواں
سرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شراب انجبار
مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار
اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشان
آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار
ہاں نہ کر انکار جلدی سے سفیہ ناشناس
اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دارومدار
وحی حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا
کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بردبار

(درثمین)

مولوی ظفر علی خان نے جب پہلی جنگ عظیم میں جنگ کی تباہ کاریاں اور ازاں بعد "زار روس" کے اخبارات میں "باحال زار" کی کپکپا دینے والی انتہائی ذلت انگیز داستان پڑھی تو ان کی زبانِ قلم بھی پیشگوئی کی عظمت کا ایک رنگ میں اقرار کرنے پر مجبور ہوئی۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

"زار کی لفظی رعایت نے یہ سمجھایا تھا قول
زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار
بعد مردن اتفاقاً چھڑ گئی جنگِ فرنگ
رنگ لائی مدتوں میں گردشِ لیل و نہار
زار سے چھوٹا دیا قسمت نے اس کا تخت و تاج
کیونکہ قسمت کا نہیں دنیا میں کچھ بھی اعتبار
حال اسی کو غیب کے اسرار کا معلوم ہے
بادشاہی اور گدائی پر ہے جس کا اختیار"

(ارمغان قادیان صفحہ ۲۰،۱۹)

☆......☆......☆

۱۹۱۲ء میں شہنشاہ جارج پنجم کی ہندوستان آمد پر حضرت مولانا نورالدینؓ نے مسلمانوں کی طرف سے تاجپوشی کے دربار میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے چھٹی کے لئے ایک میموریل پیش کرنے کی تحریک کی تھی اس پر روزنامہ زمیندار نے لکھا تھا:

"اس ضروری اور اہم تحریک کی سعادت مولانا نورالدین صاحب کے حصہ میں آئی جنہوں نے قادیانی جماعت کے پیشوا کی حیثیت سے تمام مسلمانانِ ہند کی توجہ کو اس طرف مبذول کیا ہے ...... اور ہمیں یقین ہے کہ کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا جو ایسے میموریل گزارنے کو بہ نگاہ احسان نہ دیکھے"۔

(بحوالہ الحکم ۷/۱۴ اگست ۱۹۱۱ء)

۱۹۱۴ء میں حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الاول مولانا نورالدینؓ صاحب خدائی مشیت پر لبیک کہتے ہوئے اس کے حضور میں جاحاضر ہوئے تو روزنامہ "زمیندار" نے لکھا:

"مولوی حکیم نورالدین جو ایک زبردست عالم اور جید فاضل تھے، ۱۳/مارچ کو کئی ہفتے کی مسلسل علالت کے بعد دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ...... مولانا حکیم نورالدین کی شخصیت اور قابلیت ضرور اس قابل تھی جس کے فقدان پر تمام مسلمانوں کو رنج اور افسوس کرنا چاہئے۔ کہا جاتا ہے کہ زمانہ سو برس تک گردش کرنے کے بعد ایک باکمال پیدا کرتا ہے۔ الحق۔ اپنے تبحر علم و فضل کے لحاظ سے مولانا نورالدین بھی ایسے ہی باکمال تھے۔ افسوس کہ آج ایک زبردست عالم ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا"۔ (بحوالہ روزنامہ الفضل ۱۸/مارچ ۱۹۱۴ء)

(باقی آئندہ شمارہ میں)

درخواست دُعا

☆-خاکسار اور خاکسار کے اہلِ خانہ کی صحت و سلامتی دینی و دنیاوی ترقیات اور پریشانیوں کے ازالہ کیلئے دُعا کی درخواست ہے۔ (ہارون رشید میر رشی نگر)

☆-خاکسار کی لڑکی ممتاز بیگم کی زچگی کا وقت قریب ہے نیک صالح اولاد کیلئے تمام افرادِ خاندان کی صحت و تندرستی درازیٔ عمر کیلئے دُعا کی درخواست ہے۔

(بوفانی خان نرگاؤں اُڑیسہ) (امانت-۲۰۰/)

افسوس مکرم محمد یوسف صاحب ڈرائیور درویش وفات پاگئے

افسوس مکرم یوسف صاحب ڈرائیور درویش ولد محمد اسماعیل صاحب بعمر قریباً ۸۰ سال مختصر سی علالت کے بعد ۱۹/مارچ بروز جمعہ مولائے حقیقی سے جاملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کچھ عرصہ سے بیمار تھے بعد تشخیص پتہ لگا کہ ہلکا سا نمونیہ کا اثر ہے اور اسی کے باعث وفات ہو گئی احمدیہ ہسپتال قادیان میں افاقہ نہ ہونے پر امرتسر رکھا گیا لیکن تقدیر الٰہی غالب آئی۔

مرحوم کے دادا جان حضرت میاں نظام دین صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ جب حضور علیہ السلام جہلم تشریف لے گئے تو میاں نظام الدین صاحب نے وہاں جاکر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ میاں نظام الدین صاحب کے دو بیٹے۔ مکرم میاں عبدالحق صاحب اور محمد اسماعیل صاحب تھے۔ اسماعیل صاحب نے کوئٹہ رہائش اختیار کرلی۔ محمد اسماعیل صاحب مرحوم کے تین بیٹے مکرم مولوی برکت علی صاحب انعام درویش مکرم محمد یوسف صاحب درویش اور محمد صدیق صاحب ہیں اسی طرح چار بیٹیاں ہیں۔ مرحوم تقسیم ملک سے پہلے فوجی ملازم تھے جب حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک فرمائی کہ نوجوان اپنے آپ کو وقف کر کے قادیان آجائیں تو آپ کے والد صاحب نے جون ۱۹۴۷ء میں قادیان خدمت کے لئے بھجوادیا۔ اور تقسیم ملک کے وقت آپ مقامات مقدسہ کی خدمت و آبادی کے لئے قادیان میں ہی مقیم ہو گئے اور درویشان میں شامل ہونے کی سعادت پائی۔ اور جو بھی خدمت آپ کے سپرد کی گئی آپ نے نہایت جفاکشی اور بخوشی سرانجام دی۔

۱۹۵۰ء میں دوسری شادی محترم قاضی شاد بخت صاحب عباسی سب انسپکٹر علی پور کھیڑا ضلع مین پوری کی بیٹی مکرمہ مشتری بیگم صاحبہ سے ہوئی جن سے دو بیٹے اور سات بیٹیاں ہوئیں۔ ایک بیٹا تو بچپن میں ہی فوت ہو گیا اور ایک بیٹا عزیز محمد موسیٰ صاحب صدر انجمن احمدیہ میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ سب بچے بچیوں کی شادی ہو چکی ہے اور بفضلہ تعالیٰ صاحبِ اولاد ہیں۔ وفات سے ایک ماہ قبل پاکستان میں تمام عزیزو اقرباء سے ملاقات کر کے آئے تھے۔

مرحوم صوم صلوٰۃ کے پابند تہجد گذار اور ہنس مکھ نیک طبع بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ اور والی بال، فٹ بال، کبڈی کے کھلاڑی تھے۔ اور بڑے اچھے تیراک تھے۔

۱۹/مارچ کی شام کو محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان نے مرحوم کی نماز جنازہ جنازہ گاہ بہشتی مقبرہ میں پڑھائی اور درویشان کے خاص قطعہ میں تدفین عمل میں آئی اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں مقامات قرب سے نوازے۔ اور بیوہ اور بچوں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (ادارہ)

دُعائے مغفرت

خاکسار کی والدہ محترمہ محبوب بی صاحبہ بلڈ پریشر ہائی ہوجانے اور گردن کی رگیں پھٹ جانے کی وجہ سے مورخہ ۱۱/مارچ ۹۹ء کو نانچاری مڈور ضلع ورنگل آبائی وطن میں اپنے مولیٰ حقیقی کو جاملیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ دوسرے دن صبح تدفین عمل میں آئی۔

مرحومہ نے اپنے پیچھے تین بیٹیاں اور ایک بیٹا چھوڑا ہے۔ مرحومہ کی مغفرت اور بلندی درجات کے کیلئے نیز لواحقین کو صبر جمیل عطا ہونے کیلئے عاجزانہ دعا کی درخواست ہے۔ (حافظ سید رسول)

ڈاکٹر سر محمد اقبال اور جماعت احمدیہ

چوہدری محمد صدیق ایم اے ربوہ

روزنامہ اوصاف ۷/۸/ جون ۱۹۹۸ء میں جماعت احمدیہ سے متعلق ڈاکٹر سر اقبال کے ایک پرانے مضمون کو نقل کیا گیا ہے اور اس پر اس وقت کے علماء کی طرف سے شدید احتجاج بھی شائع کیا ہے روزنامہ اوصاف کا اس مواد کو شائع کرنا آج کل کے حالات سے جماعت احمدیہ کے خلاف جلتی پر تیل کا کام دینے کا موجب ہو سکتا ہے۔

روزنامہ اوصاف نے موقر ہفت روزہ لاہور میں شائع شدہ حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ موقر لاہور میں ڈاکٹر سر اقبال کے جماعت احمدیہ اور اس کے خلیفہ سے متعلق جن تاثرات کا اظہار کیا گیا ہے وہ سو فیصدی صحیح ہیں مزید بر آں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے جو جماعت احمدیہ کے خلیفہ اور جماعت کے متعلق مندرجہ ذیل رائے رکھتے تھے یکدم ان میں ایسی تبدیلی کیونکر آئی۔

ڈاکٹر اقبال ۱۹۲۷ء میں جماعت احمدیہ کے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ایک لیکچر بعنوان "مذہب اور سائنس" جو خود ڈاکٹر صاحب کی صدارت میں لاہور میں منعقد ہوا اس کے آخر پر اپنے صدارتی ریمارک بایں الفاظ بیان کر رہے ہیں۔

"ایسی پر از معلومات تقریر بہت عرصہ کے بعد لاہور میں سننے میں آئی ہے اور خاص کر جو قرآن کی آیات سے مرزا صاحب نے استنباط کیا ہے وہ تو نہایت عمدہ ہے۔۔ میں اپنی تقریر زیادہ دیر تک جاری نہیں رکھ سکتا تا مجھے اس تقریر سے جو لذت حاصل ہو رہی ہے وہ زائل نہ ہو جائے اس لئے میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں"۔

۱۹۳۱ء میں علامہ اقبال اور خواجہ حسن نظامی نے کشمیر کمیٹی کی صدارت کے لئے مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی قادیان کا نام خود پیش کیا۔ بلکہ ڈاکٹر سر اقبال نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کے پرائیویٹ سیکرٹری کے نام خط لکھا "چونکہ آپ کی جماعت منظم ہے اور نیز بہت سے مستعد آدمی اس جماعت میں موجود ہیں اس لئے آپ بہت عمدہ کام مسلمانوں کیلئے انجام دے سکیں گے۔ باقی رہا بورڈ کا معاملہ یہ خیال بھی نہایت عمدہ ہے!

دستخط محمد اقبال

جماعت احمدیہ کے امام اور جماعت کے متعلق اس قسم کی رائے رکھنے والے شخص نے یکدم ۱۹۳۵ء میں جماعت کے خلاف اس قسم کا زہریلا مواد اپنے قلم سے شائع کروایا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے تو اس کا پس منظر یوں ہے کہ

اکتوبر ۱۹۳۱ء میں اہالیان کشمیر پر راجہ کی ظالمانہ کارروائیوں کے خلاف اہل کشمیر کی بہبود کی خاطر ایک آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے نام پر کمیٹی قائم ہوئی جس کے صدارت خود ڈاکٹر محمد اقبال اور خواجہ حسن نظامی کے اصرار پر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ثانی جماعت احمدیہ نے قبول فرمائی اور نا مساعد حالات میں اس قومی فریضہ کو قولی فعلی اور مالی امداد سے سر انجام دیتے رہے۔ اس اثناء میں مجلس احرار نے بھی کشمیر میں جتھے بھجوانے کا پروگرام بنایا جو شمیریوں کو فائدہ پہنچانے کے بجائے نقصان کا موجب ہوا اور لوگ ان سے بد ظن ہو گئے تو انہوں نے اپنی ناکامی پر پردہ ڈالنے کیلئے جماعت احمدیہ کے خلاف شر پسندانہ رویہ اختیار کیا چنانچہ سیالکوٹ میں ایک جلسہ کے موقع پر انہوں نے پہلی ناکامی پر پردہ ڈالنے کیلئے جماعت احمدیہ کے خلاف شر پسندانہ رویہ اختیار کیا چنانچہ سیالکوٹ میں ایک جلسہ کے موقع پر انہوں نے پتھراؤ کیا اور خود حضرت خلیفۃ المسیح کی انگلی پر زخم آیا۔

اس طرح انہوں نے جماعت کے خلاف سخت طوفان بد تمیزی برپا کیا۔ چنانچہ اس وقت کے انصاف پسند اور اسلام کا درد رکھنے والے نہ صرف پنجاب بلکہ سارے ہندوستان بشمول ڈھاکہ و بنگال کے ممبران کونسل و اسمبلی نے جن میں مولوی اے کے فضل الحق۔ خواجہ حسن نظامی نواز احمد نواز۔ مولوی محمد یعقوب صاحب نواب بہادر خواجہ حبیب اللہ اور محمود سہروردی وغیرہ بیس معززین نے ایک درد مندانہ اپیل پنجاب اور ہندوستان کے مسلمانوں کے نام اخبارات میں شائع کروائی۔ جس میں ملک کی فرقہ وارانہ ابتری کے ذکر میں جماعت احمدیہ کے خلاف مظالم کا بھی ذکر تھا۔ انہی ایام میں انجمن حمایت اسلام کا سالانہ جلسہ ہونے والا تھا جس کے صدر ڈاکٹر محمد اقبال تھے اس جلسہ کے افتتاحی خطاب میں اس وقت کے گورنر سر ہربرٹ نے بھی مسلمانوں کو باہمی رواداری اور ایک دوسرے فرقہ اور احمدیوں کے خلاف معاندانہ رویہ ترک کرنے کی نصیحت کی لیکن اس جلسہ میں جو کہ ایک مذہبی جلسہ تھا جس میں ہندوستان کے دور دراز علاقوں سے محبان اسلام تشریف لائے تھے اس قدر بھگدڑ مچائی اور ڈاکٹر اقبال نے صدارت سے استعفیٰ دینے کی دھمکی دی کہ اگر اس جماعت میں سے احمدیوں کو خارج نہ کیا گیا تو وہ استعفیٰ واپس نہیں لیں گے۔ اس پر اس وقت کے پریس نے نہ صرف انجمن حمایت اسلام کے جلسہ کے سلسلہ میں بلکہ ڈاکٹر محمد اقبال کے احمدیت سے متعلقہ بیان نے جس کا کچھ حصہ اوصاف نے شائع کیا ہے۔ اس پر ساری دنیا حیران رہ گئی اور نہ صرف ہندوستان بھر کے مسلم پریس نے بلکہ ہندو پریس نے بھی ڈاکٹر صاحب کے رویہ کے خلاف تعجب کا اظہار کیا اور ان سے سوال پوچھے کہ آپ جو اوروں کو مسیح کی آمد ثانی کے مسئلہ پر مجوسی قرار دیتے ہیں حالانکہ امت کے تمام فرقوں کے علماء مسیحؑ کی آمد ثانی کے معتقد ہیں نیز سر آغا خان جن کا اپنا مذہب الگ ہے ان کو مسلمان سمجھتے اور مسلمانوں کی ترجمانی کے لئے اجلاسوں میں شامل کرتے بلکہ خود بھی شامل ہوتے ہیں ان کو مسلمانوں میں شامل کس طرح کر سکتے ہیں بہر کیف اس زمانہ کے اخبارات ان تبصروں سے بھرے پڑے ہیں۔ خوف طوالت سے صرف چند ایک کا اختصار کے ساتھ ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے کہ آج کے قارئین پر حقیقت واضح ہو سکے۔

۱۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے جماعت احمدیہ کے خلاف محولہ بالا بیان کی اشاعت پر اس وقت کے موقر روزنامہ "ہند" کے ایڈیٹر اپنے مقالہ افتتاحیہ میں بعنوان "سر محمد اقبال اور احمدیہ فرقہ" تحریر کیا جو ڈاکٹر اقبال کے قادیانیت کے خلاف رویہ پر روشنی ڈالتا ہے چنانچہ مقالہ نگار نے ڈاکٹر اقبال کے اس مضمون پر افسوس کا اظہار کیا اور لکھا کہ ان کا یہ عمل عوام کی ہاں میں ہاں ملانے کے مترادف ہے۔

"ڈاکٹر سر محمد اقبال نے انجمن حمایت اسلام سے اس بناء پر استعفےٰ دیا ہے کہ اس انجمن میں احمدیہ فرقہ کے لوگ بھی شامل ہیں اور اب استعفیٰ کو واپس لینے کی ایک شرط یہ لگائی ہے کہ انجمن احمدیوں کو اپنی ممبری سے خارج کر دے اب سے مدت پہلے ڈاکٹر صاحب نے ایک مضمون لکھ کر ثابت کرنا چاہا تھا کہ احمدی اور قادیانی کافر ہیں اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ سمجھ کر حکومت انہیں ایک علیحدہ اقلیت قرار دے۔ ڈاکٹر کے اس مضمون پر بھی ہمیں افسوس ہوا تھا اور اب انجمن حمایت اسلام کے ساتھ ان کی اس ضد پر بھی افسوس ہے۔ ہماری رائے میں یہ دونوں فعل عوام الناس کو خوش کرنے کیلئے ہیں ۔۔ ان کے یہ دونوں فعل ان کی جیسی پوزیشن کے آدمی کو اونچا کرنے والے نہیں عوام کی ہاں میں ہاں ملانا کسی با اصول آدمی کا کام نہیں ہو سکتا۔ سب سے زیادہ حیرت کا مقام یہ ہے کہ ابھی کچھ مدت پہلے ڈاکٹر صاحب صرف احمدیوں کو مسلمان سمجھتے تھے چنانچہ تحریک کشمیر کی صدارت کے لئے خود انہوں نے مرزا بشیر الدین محمود صاحب کو نامزد کیا اور ان کی ماتحتی میں کام کیا گیا تھا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ڈاکٹر صاحب چند ماہ پہلے تک احمدیوں اور قادیانیوں کے عقائد سے ناواقف تھے؟ یہ عقائد ملک کے سامنے تیس چالیس سال سے موجود ہیں اور ڈاکٹر صاحب جیسے ذی علم آدمی سے مخفی نہ تھے پھر انہوں نے اب تک کیوں خاموشی اختیار کی پبلک کا حق ہے کہ ڈاکٹر صاحب اس سوال کا جواب دیں اور اسے مطمئن کریں۔

اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب سر آغا خان کو صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کا راہنما یقین کرتے ہیں معمولی راہنما نہیں بلکہ سب سے بڑا راہنما حالانکہ احمدیوں کے اسلام پر بحث ہو سکتی ہے مگر آغا خان کا معاملہ کسی بحث کا متحمل ہی نہیں۔

سلف سے خلف تک تمام علماء اسلام متفق ہیں کہ آغا خان کا فرقہ اسلام سے ہرگز کوئی تعلق نہیں رکھتا بلکہ خود اس فرقہ کو بھی تسلیم ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہے کیونکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا منکر ہے ڈاکٹر صاحب کو بتانا چاہئے کہ وہ آخر سر آغا خان کو کس بناء پر مسلمان سمجھتے ہیں کیا قادیانی اور احمدیوں سے ان کے عقائد اچھے ہیں کیا ان کے عقائد کسی لحاظ سے بھی اسلامی قرار رکھے جا سکتے ہیں۔۔۔ روزنامہ ہند

۲۔ اسی طرح مسٹر حبیب مدیر سیاست نے ڈاکٹر اقبال کے اس رویہ پر متواتر دو اداریوں میں مفصل تبصرہ کیا چنانچہ ۱۴ مئی ۱۹۳۵ء کے اخبار میں طویل اداریہ سپرد قلم کیا جس میں اور باتوں کے علاوہ ڈاکٹر اقبال سے سوال کرتے ہیں کہ

"۔۔۔ کیوں چودھری ظفر اللہ خان کے تقرر کے بعد ان کی محبت ختم رسل (فداہ ابی و امی) میں جوش آیا اور کیوں اس سے پہلے وہ اس میدان میں نہ اترے حالانکہ اس فتنہ کی عمر کشمیر کمیٹی اور چوہدری صاحب کے تقرر کوئی تین سال کے قریب زیادہ ہے کیا وجہ ہے کہ چوہدری صاحب کے رکن پنجاب کونسل منتخب ہونے کے وقت یا ان کے سائمن کمیٹی کا ممبر منتخب ہونے پر یا ان کے اول مرتبہ سر فضل حسین کی جگہ مقرر ہونے پر یا مرزائیوں کی متعدد دیگر تحریکات کے زمانہ میں آپ نے اس گروہ کے خلاف علم جہاد بلند نہ کیا۔۔۔ لطف یہ ہے کہ علامہ ممدوح مسلمانوں کو افتراق کی دعوت دیتے ہوئے خود مرزائیوں سے سیاسی طور پر اتحاد پیدا کر رہے ہیں"۔

۳۔ اس مسئلہ پر دوسرے اداریہ میں مدیر سیاست حسب ذیل خیالات کا اظہار کر کے لکھتے ہیں

"علامہ اقبال احرار کی موجودہ فتنہ پروری کی آج حمایت کر رہے ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں مرزائیت کم و بیش گذشتہ تیس سال سے موجود ہے اور اس طویل عرصہ میں۔

ہر کہ رمزِ مصطفےٰ فہمیدہ است
شرک را در خوف مضمر دیدہ است

کا نعرہ لگانے والے علامہ اقبال کا طرز عمل وہی رہا ہے جس کی تائید و حمایت کی وجہ سے آج میرے ایسے مسلمان مورد طعن ہو رہے ہیں کوئی عطاء اللہ بخاری کوئی حبیب الرحمٰن کوئی افضل حق یا کوئی مظہر علی اگر اس روش کے حامیوں کو مرزائی کہہ دے یا اگر ایسا نہ کر سکے تو وظیفہ خور قادیان کہہ کر بدنام کرے تو وہ قابل معافی ہے اس لئے کہ اسے روٹی کما کر کھانا ہے اس کی ہر دلعزیزی کا اساس عوام کی گمراہی ہے وہ رسوائی کو شہرت سمجھ کر اس پر مرتا ہے اور اس کی تعلیم اور اس کا اخلاق بلند نہیں لیکن علامہ اقبال کی شخصیت، علمیت ہر دلعزیزی شرافت نجابت قابلیت اور بلند اخلاق و شہرت کا حامل اگر وہ بات کہے جو ملت کے لئے برباد کن ہو تو یقیناً ہمیں حق حاصل ہے کہ ہم ملت کے مستقبل کا ماتم کریں اور نوحہ کریں کہ جن سے امید، ہدایت تھی وہی ملت کو گمراہ کر کے تباہی و بربادی کی طرف لے جا رہے ہیں"۔

۴۔ اسی اداریہ میں مدیر سیاست زیر عنوان ڈاکٹر کا پرانا طرز عمل لکھتے ہیں۔ "یہ حقیقت ہے کہ تیس سال کی طویل مدت تک علامہ اقبال کا مسلک مرزائیوں کے متعلق وہی رہا جو آج ہم نے اختیار کر رکھا ہے۔ ناقابل انکار ہے۔ علامہ صاحب نے آج سے پہلے کبھی یہ اعلان نہیں کیا کہ مرزائی ختم نبوت کے دشمن ہیں لہٰذا یا معاشر المسلمین تم ان سے آگاہ رہو بلکہ اس کے برعکس سیاسی علمی تمدنی اور معاشرتی مجالس میں ان کے ساتھ مل کر کام کرتے رہے ہیں ڈاکٹر یعقوب بیگ اور علامہ اقبال یکساں بطور مسلمان انجمن حمایت اسلام کے رکن رہے اور علامہ نے کبھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔ مسلم لیگ و مسلم کانفرنس میں چودھری ظفر اللہ خان اور علامہ اقبال یکساں بطور مسلمان ممبر بنے رہے علامہ صاحب نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ چوہدری صاحب مسلم لیگ کے صدر ہوئے عوام میں سے بعض نے اعتراض کیا علامہ صاحب نے صرف کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ معترضین کی تائید بھی نہیں کی در خود چوہدری صاحب لیگ کے ممبر بنے رہے علامہ ممدوح لیگ اور کانفرنس کے صدر رہے لیکن آپ نے کبھی اعتراض نہیں کیا کہ ان مجالس میں قادیانی بھی بطور مسلمان شامل ہوتے ہیں۔ قادیان سے ان جماعتوں کو علامہ صاحب کی صدارت میں مالی امداد ملی۔ مگر علامہ صاحب نے اس پر اعتراض نہیں کیا"۔

۵۔ اس اداریہ میں آگے چل کر بعنوان "گول میز کانفرنس کی یاد" لکھتے ہیں "پنجاب کونسل میں چوہدری ظفر اللہ خان اور علامہ اقبال دونوں مسلمانوں کے نمائندہ کی حیثیت سے پہلو بہ پہلو کام کرتے رہے اور سائمن کمیٹی کیلئے جب چوہدری صاحب کو بطور مسلمان ممبر منتخب کیا گیا تو علامہ اقبال نے کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ وہ لندن چوہدری صاحب کے دوش بدوش کام کرتے رہے۔ حال ہی میں چوہدری صاحب کے بھائی مسلمانان سیالکوٹ کی طرف سے کونسل کے رکن منتخب ہوئے ہیں۔ سیالکوٹ علامہ اقبال کا وطن ہے لیکن علامہ ممدوح نے ہرگز کوئی سعی اس بات کی نہیں کی کہ وہاں کے مسلمان اسد اللہ خان جیسے غیر مسلم کو اپنا نمائندہ منتخب نہ کریں"۔

۶۔ اسی اداریہ میں مدیر سیاست بعنوان "ڈاکٹر صاحب کا نیا کارنامہ" لکھتے ہیں "شاید یہ کہا جائے گا کہ گذشتہ راصلوۃ آئندہ را احتیاط جو کچھ ہوا وہ غلط تھا آئندہ علامہ صاحب ایسا نہ کریں گے اول تو ممدوح کی حیثیت کے بلند فرد کے متعلق یہ عذر ہرگز عذر معقول نہیں کہلا سکتا تاہم اگر بغرض دلیل اس کو صحیح بھی تسلیم کر لیا تو علامہ اقبال کے پاس اس بات کا کیا جواب ہے کہ حال ہی میں لندن میں جوبلی کے موقعہ پر جو جماعت اس غرض سے قائم ہوئی ہے کہ برطانیہ اور ابنائے اسلام کے تعلقات بہتر ہوتے چلے جائیں اس میں علامہ اقبال اور چوہدری ظفر اللہ خان دونوں بطور مسلمان شامل ہیں۔۔۔ اس کے ممبر یا برطانیہ کے لارڈ یا مسلمان کوئی غیر مسلم غیر انگریز اس کا ممبر نہیں ہو سکتا اس میں یہ لوگ بحیثیت مسلمان شامل ہیں۔

سر آغا خاں (شیعہ) امیر عبد اللہ والیٔ شرق اردن (سنی) سابق ولی عہد ایران (شیعہ) نواب چھتاری حنفی۔ سر عزیز الدین احمد سنی سر محمد اقبال سنی سر عبد الصمد خان شیعہ۔ سر چودھری ظفر اللہ خان قادیانی۔ سر سلطان احمد شیعہ سر عبد القادر سنی۔ حاجی عبد اللہ ہارون آغا خانی۔ سر حشمت اللہ سنی۔ نواب نورو سنی۔ حاجی علی رضا سنی۔ علامہ صاحب سے ایک سوال پیدا ہوا کہ اس انجمن میں چوہدری ظفر اللہ خان کس حیثیت سے شامل ہوئے وہ انگریز ہونے کے مدعی نہیں کہ انگریز ہو سکتے ہیں نہ انگریز ہیں اور اس انجمن میں کوئی شخص جو انگریز نہ ہو شامل ہو نہیں سکتا جب تک کہ وہ مسلمان شمار ہو چودھری صاحب اگر مسلمان نہیں ہیں تو علامہ صاحب نے ان کے ساتھ ممبر بننا کیوں قبول کیا"۔

۷۔ اسی افتتاحیہ میں ایک اور نکتہ کے تحت مدیر محترم لکھتے ہیں۔

...... "میرا استدلال یہ ہے کہ نبوت کو لاکھ بڑھائیں پھر بھی توحید باری سے بالاتر نہیں لے جاسکتے اگر ایسا کریں تو اللہ تعالیٰ کی توحید کے علمبردار اول جناب محمد مصطفیٰ فداہ ابی وامی ہم سے خفا ہو جائیں گے اور اگر توحید رسالت سے بالاتر ہے تو علامہ اقبال خدائی کے دعویدار آئمہ کے ساتھ اتحاد و عمل کرتے ہوئے کس طرح مرزائیوں سے اتحاد عمل کو ناروا قرار دے سکتے ہیں"۔

(سیاست ۱۵ر مئی ۱۹۳۵ء)

۸۔ اسی طرح انجمن حمایت اسلام کی صدارت سے استعفیٰ واپس لینے کے لئے علامہ ن جو شرط پیش کی کہ جب تک انجمن حمایت اسلام سے مرزائیوں کو خارج نہیں کیا جاتا وہ استعفیٰ واپس نہیں لیں گے۔ اس پر لاہور کے تاج الدین احمد نے جنوری ۱۹۳۶ء میں ایک اشتہار کے ذریعہ علامہ اقبال سے یہ سوال کیا کہ "جس انجمن کو وہ مرزائیت نوازوں سے پاک کرنا چاہتے ہیں اس کو پہلے مزعومہ مجوسی خیالات سے کیوں پاک نہیں کرتے۔ کیا کسی مرزائیت نوازی یعنی کسی مرزائی کو مسلمان سمجھنا مجوسیت سے بھی بدتر ہے؟ آخر یہی مرزائیت تھی جس پر کل تک علامہ ممدوح کی رائے کچھ اور تھی اور مرزائیت نوازی کا بدترین جرم وہ تھا جو انہوں نے ابھی پانچ سال ہوئے شملہ میں کیا کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی بنائی اور اس کا صدر خود میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کو تجویز کیا اور زور دے کر انہیں صدر بنایا اور ان کی صدارت میں خود ممبر بنے رہے بلکہ علامہ ممدوح کی مرزائیت نوازی کے جزوں کی فہرست تو اتنی لمبی ہے کہ یہ مختصر اعلان اس کا متحمل نہیں ہو سکتا دیر نہیں ہوئی کہ آپ نے جماعت احمدیہ لاہور کے سالانہ جلسہ میں تمام مسلمانوں کو شرکت کی دعوت دی اور لکھا کہ

چونکہ تبلیغ کا کام اس زمانہ میں نہایت ضروری ہے اس واسطے یقین رکھتا ہوں کہ عام مسلمان اس جلسہ میں شریک ہو کر تبلیغ و اشاعت اسلام کے ان تمام مسائل پر غور و فکر کرنے میں شریک ہوں گے جو قوم کے سامنے ہیں اس سے بھی بڑھ کر ۱۹۴۱ء میں انہوں نے جماعت احمدیہ کو اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ قرار دیا اور طلباء علی گڑھ کالج کو بتایا کہ "پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ جسے ہم فرقہ قادیانی کہتے ہیں"۔

۹۔ نہ صرف اسلامی پریس بلکہ ہندو پریس بلکہ ہندوستان کے نامور سیاستدان پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی دو خطوط میں علامہ کے بیان پر حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہوئے ان سے استصواب کیا کہ ڈاکٹر صاحب ایک طرف قادیانیوں پر مجوسیت کا الزام لگائے ہیں دوسری طرف آغا خان کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ان سے مدد لینے کو کیونکر روا رکھتے ہیں چنانچہ اخبار پرکاش ۸۔مارچ ۱۹۳۶ء نے علامہ صاحب کے اس رویہ پر زیر عنوان ڈاکٹر اقبال اور پنڈت نہرو طنزیہ طور پر لکھا۔

"پچھلے دنوں ڈاکٹر سر محمد اقبال نے اس بناء پر انجمن حمایت اسلام سے مستعفی ہو جانے کی دھمکی دی تھی کہ اگر مرزائیوں کو انجمن کی رکنیت سے خارج نہ کیا گیا تو میں انجمن میں کام نہیں کروں گا اس پر پنڈت جواہر لال جی نہرو نے آپ سے یہ سوال کیا تھا کہ ڈاکٹر صاحب آپ مرزائیوں کو تو اس بناء پر مسلمان قرار نہیں دیتے کہ وہ حضرت محمد کے بعد بھی نبوت کا دروازہ بند نہیں سمجھتے لیکن سر آغا خان کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے جو قرآن اور ختم نبوت دونوں کا ہی قائل نہیں اور خود خدا بنا ہوا ہے۔ بجائے اس کے کہ ڈاکٹر صاحب پنڈت جی کے سوال کا کوئی معقول جواب دیتے آپ چپ سادھ گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو مرزائیوں کے خلاف جو اعتراض تھا وہ مسلمانوں میں اپنی ساکھ کو بڑھانے کیلئے تھا۔ ورنہ عقائد سے ان کا کسی قسم کا واسطہ نہ تھا اور یہی وجہ ہے کہ سر اقبال سر آغا خان کی زیر قیادت کام کرنے سں انکار نہیں کرتے کیونکہ عقائد کے اختلاف کے باوجود سر آغا خان کی مسلمانوں کی نظر میں قدر ہے اور ساتھ ہی وہ حکومت کا منظور نظر ہے۔

(پرکاش ۸ مارچ ۱۹۳۶ء لاہور)

یہ تبصرہ تو علامہ کے معاصرین کا تھا آخر میں علامہ صاحب کے جماعت احمدیہ کو ختم نبوت کا منکر قرار دینے کی تردید میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا اپنا بیان پیش کر رہا ہوں جس سے اس الزام کہ آپ منکر ختم نبوت ہیں کی جڑھ کٹ جاتی ہے لیکن اس کیلئے قارئین کے دل میں خوف خدا اور تلاش حق کا جذبہ لازمی ہے آپ اپنی تصنیف کرامات الصادقین صفحہ ۲۵ میں فرماتے ہیں۔

میں عامۃ الناس پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے اللہ جلشانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں ہوں۔ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ میرا عقیدہ ہے اور لکن رسول اللّٰہ و خاتم النبین پر آنحضرت ﷺ کی نسبت میرا ایمان ہے میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں اور جس قدر قرآن کریم کے حروف ہیں اور جس قدر آنحضرت ﷺ کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے برخلاف نہیں ہے۔ پس جو شخص مجھے اب بھی کافر اور تکفیر سے باز نہیں آتا وہ یقیناً یاد رکھے کہ مرنے کے بعد اسکو پوچھا جائے گا۔ میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا خدا اور رسول پر وہ یقین ہے کہ اگر اس زمانہ کے تمام ایمانوں کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جائے اور میرا ایمان دوسرے پلا میں تو بفضلہٖ تعالیٰ یہی پلّہ بھاری ہوگا۔ (کرامات الصادقین صفحہ ۲۵)

اس کے علاوہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنے مخالفین اور مکذبین کو بار بار دعوت دی ہے کہ اگر ان پر آپ کے دعویٰ کی صداقت مشتبہ ہے تو اللہ تعالیٰ کے حضور صدق دل سے متوجہ ہو کر اس کی ذات سے راہنمائی حاصل کریں چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"میرا معاملہ اگر سمجھ میں نہیں آتا تو طریق تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگو تا کہ وہ خود تم پر اصل حقیقت کھول دے خدا تعالیٰ کے کلام کی بے حرمتی نہ کرو ورنہ طریق نجات بھول جانے کا اندیشہ ہے آج وقت ہے بصیرت سے کام لو"۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱۳۰)

پھر آپ مخالفین کو روحانی نسخہ آزمانے کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں لیکن شرط یہ رکھی ہے کہ بالکل خالی الذہن ہو کر یہ نسخہ آزمایا جائے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

اس جگہ یہ بھی بطور تبلیغ کے لکھتا ہوں کہ حق کے طالب جو مواخذہ الٰہی سے ڈرتے ہیں وہ بلا تحقیق اس زمانہ کے مولویوں کے پیچھے نہ چلیں اور آخری زمانہ کے مولویوں سے جیسا کہ پیغمبر خدا تعالیٰ ﷺ نے ڈرایا ہے۔ ویسا ہی ڈرتے رہیں اور ان کے فتوؤں کو دیکھ کر حیران نہ ہو جاویں۔

کیونکہ یہ فتوے کوئی نئی بات نہیں اور اگر اس عاجز پر شک ہو اور وہ دعویٰ جو اس عاجز نے کیا ہے اس کی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو تو میں ایک آسان صورت رفع شک کی بتلاتا ہوں جس سے ایک طالب صادق انشاء اللہ مطمئن ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اوّل توبہ نصوح کرکے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں جس کی پہلی رکعت میں

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

طالبان دُعا:-
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
16 مینگو لین کلکتہ 700001
دکان-248-1652, 248-5222
رہائش-243-0794, 27-0471

ارشاد نبویؐ
خَیر الزَّادِ التَّقوٰے
سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے
منجانب
رکن جماعت احمدیہ ممبئی

ضروری تصحیح

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶؍اپریل ۹۹ میں بیان فرمودہ بعض امور کی درج ذیل تصحیح فرمائی ہے۔

۱۔ حضور نے فرمایا کہ جو خون شہید مرحوم کی رگوں سے بہا ہے وہ بلاشبہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اماں جان کا خون تھا اس میں میرا یا کسی اور کے خون کے شامل ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ ہاں ان کی اولاد میں یہ خون اکٹھے ہوگئے ہیں۔

۲۔ دوسری تصحیح حضور انور نے شہید مرحوم کے بیٹے کے متعلق فرمائی کہ ان کا نام "محمد مفلح" ہے "محمد معظم" نہیں۔

(ادارہ)

ریویو آف ریلیجنز کے خریدار متوجہ ہوں

ماہنامہ انگریزی رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے خریداران سے درخواست ہیکہ اپنا بقایا چندہ محاسب صدر انجمن احمدیہ کے نام ارسال فرمادیں۔

نظارت نشرواشاعت قادیان

بقیہ صفحہ: ۲

بلکہ بیاہ شادیوں میں بھی اُن سے اشتراک کرنا چاہئے اور اس بات کا اقرار کرتے ہوئے کہ اُن کی مذہبی کتب میں ان "انسانوں" کے متعلق جو کچھ لکھا ہے غلط ہے۔ جرأت کے ساتھ ایسی کتابوں میں ترمیم کر دینی چاہئے۔ کیونکہ وہ مذہبی مقدس کتب جو انسانوں کے بنیادی حقوق پر تبر رکھیں وہ تعلیم یقیناً خدا کی طرف سے ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ خدا کا عمل تو یہ ہے کہ نہ صرف انسانوں کو اپنی ہوا میں برابر کی سانس اپنی بارش سے برابر کی سیرابی کا حق اور اپنے سورج سے برابر کی گرمی اور روشنی لینے کا حق دیتا ہے۔ بلکہ یہ حق تو وہ جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں کو بھی عطا کرتا ہے۔ اس لئے قرآن مجید کی پہلی ہی آیت میں اس خدا کی تعریف کی گئی ہے جو صرف رب المسلمین نہیں بلکہ رب العالمین ہے۔

پس اگر تبدیلی مذہب کو روکنا ہے یا دوسروں کو اپنے مذہب میں تبدیل کرنا ہے تو یہ سب خدائی صفات کے پیشِ نظر محبت و خدمت کی جادوگری سے ہی ممکن ہے۔ (باقی)

بقیہ صفحہ: ۱۰

سورۃ یاسین اور دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ سورۃ اخلاص ہو اور پھر بعد اس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ اے قادر کریم تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجاء کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا حال ہے کیا صادق ہے یا کاذب اور مقبول ہے یا مردود۔ اپنے فضل سے یہ حال رویاء یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما تاکہ اگر مردود ہے تو اس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں اور اگر مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے انکار اور اس کی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں ہمیں ہر ایک قسم کے فتنہ سے بچا کہ ہر ایک قوت تجھ کو ہی ہے۔ آمین ------ سوائے حق کے طالبو۔ ان مولویوں کی باتوں سے فتنہ میں مت پڑو۔ اٹھو اور کچھ مجاہدہ کر کے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادی مطلق سے مدد چاہو اور دیکھو کہ اب میں نے یہ روحانی تبلیغ بھی کردی ہے۔ آئندہ تمہیں اختیار ہے"۔ (نشان آسمانی)

بھارت کی مختلف جماعتوں میں جلسہ یوم مصلح موعودؓ کا انعقاد

ساگر (کرناٹک):- جلسہ یوم مصلح موعود لجنہ اماء اللہ کیطرف سے محترمہ مریم بی کے مکان پر بعد نماز ظہر منعقد کیا گیا جس میں تمام ممبرات لجنہ و ناصرات نے شرکت کی۔ جس میں تلاوت و نظم کے بعد محترمہ شاکرہ بیگم صاحبہ - دلشاد بیگم صاحبہ - افضل النساء صاحبہ - عائشہ یاسمین صاحبہ نے تقاریر کیں دعا کے بعد جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

(سلیم النساء صدر لجنہ ساگر)

شموگہ (کرناٹک):- ناصرات الاحمدیہ شموگہ کیطرف سے جلسہ یوم مصلح موعود ۲۰؍فروری کو سید ناصر احمد صاحب کے مکان میں زیر صدارت محترمہ زاہدہ بیگم صاحبہ منعقد ہوا۔ تلاوت و نظم کے بعد عہد نامہ عزیزہ سلمٰی بیگم نے دہرایا۔ الفت النساء صاحبہ - بی بی ہاجرہ صاحبہ - امتہ الجمیل کوکب صاحبہ - امتہ القدوس قدسیہ صاحبہ - عائشہ صدیقہ صاحبہ - امتہ السلام صاحبہ نے مختلف عناوین سے تقاریر کیں جبکہ دوران تقاریر ناصرات نے نعت۔ حمد۔ اور نظمیں سنا کر سامعین کو محظوظ کیا۔ آخر میں خاکسارہ نے ناصرات الاحمدیہ کے درمیان کوئز کا پروگرام منعقد کیا جس میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق سوالات پوچھے گئے۔

(فوزیہ مبینہ سیکریٹری ناصرات الاحمدیہ شموگہ)

حیدر آباد:- الحمد للہ کہ لجنہ اماء اللہ حیدر آباد کو جلسہ یوم مصلح موعود منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ یہ جلسہ ۱۱ بجے احمدیہ جوبلی ہال میں محترمہ اعظم النساء صاحبہ کی زیر صدارت منعقد کیا گیا۔ تلاوت، نظم اور عہد کے بعد محترمہ محمودہ رشید صاحبہ نے پیشگوئی مصلح موعود کے تعلق سے چند احادیث پیش کیں۔ "پیشگوئی مصلح موعود کا پس منظر" اس عنوان سے محترمہ امتہ النعیم بشیر صاحبہ نے تقریر کی۔ موضوع "سیدنا حضرت مصلح موعود کے کارنامے" پر عزیزہ امتہ المنیر آفتاب نے تقریر کی عزیزہ بشریٰ مبارکہ نے بھی مضمون پڑھ کر سنایا محترمہ صبیحہ ظفر صاحبہ نے حضرت مصلح موعود کا بچوں سے حسن سلوک کے عنوان پر تقریر کی اور خاکسارہ نے "حضرت مصلح موعود کے انمول تبرکات" کے عنوان سے تقریر کی دعا کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

(مریم عظیم جنرل سیکریٹری لجنہ اماء اللہ حیدر آباد)

کنڈور (آندھرا):- مسجد احمدیہ کنڈور میں جلسہ منعقد کیا گیا۔ صدارت محترم عباس علی صاحب نے کی۔ تلاوت و نظم کے بعد خاکسار نے سیرت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابواب میں سے ایک درخشندہ باب "مصلح موعود مسلمانوں کا عظیم ہمدرد" پر تقریر کی۔ اس موقعہ پر اوّل دوم کے معیار کے علمی مقابلہ جات بھی ہوئے نمایاں پوزیشن لینے والوں کو انعامات بھی دئے گئے۔

(محمد عبد الستار سبحانی معلم وقف جدید)

تیماپور (کرناٹک):- بعد نماز مغرب و عشاء زیر صدارت سید محمود احمد صاحب عجب شیر صدر جماعت جلسہ منعقد ہوا۔ پہلی تقریر مکرم مولوی نذر الاسلام صاحب فاضل کی ہوئی اور اس کے بعد صدارتی خطاب ہوا۔

(محمود احمد کمن گڈی)

کرڈاپلی (اڑیسہ):- مورخہ ۲۰-۲-۹۹ کو مکرم عبد الرحمٰن صاحب صدر جماعت احمدیہ کرڈاپلی کی زیر صدارت جلسہ یوم مصلح موعود منعقد کیا گیا۔ بعد تلاوت و نظم سب سے پہلے خاکسار نے پیشگوئی مصلح موعود کا پس منظر بیان کیا ازاں بعد مکرم شیخ عبد اللہ اسلم صاحب معلم وقف جدید مکرم شیخ بشیر صاحب مکرم رشید احمد صاحب مکرم تاتار محمد صاحب - مکرم شیخ عبد الشکور صاحب۔ مکرم سخاوت خان صاحب۔ مکرم عبد الحفیظ صاحب۔ مکرم انور خان صاحب نے تقاریر کیں۔ بعدہ خاکسار نے ایک بار پھر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

(شیخ عبد الحلیم مبلغ کرڈاپلی)

اگالن (ہریانہ):- ماسٹر شیر علی صاحب صدر جماعت کی زیر صدارت جلسہ کا انعقاد کیا گیا۔ تلاوت جاوید احمد اور نظم سلیم احمد خان نے پڑھی۔ بعدہ خاکسار نے تقریر کی۔

((امان علی مبلغ سلسلہ باس)

STAR
☎ 543105
CHAPPALS
WHOLE SELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER & RUBBER CHAPPALS
105/661, OPP, BLOCK NO-7 FAHIMMABAD COLONY
KANPUR-1- PIN 208001

ESTD:1898
MFRS OF ARMY INDUSTRIAL AND CIVILIAN FANCY SHOES
M. MOOSA RAZA SAHIB & SONS
NO 6 ALBERT VICTOR ROAD FORT
BANGALORE - 560002 INDIA
☎: 6700558 FAX: 6705494

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPER FOR INDIA AT NO-R.N61/57

Subscription
Annual Rs/-150
Foreign
By Air : 20 Pound or 40$ U.S.A
: 60 Mark German
By Sea : 10 Pound or 20$ U.S.A

The Weekly BADR

Qadian 143516, Distt. Gurdaspur Punjab ((INDIA)

☎ (091) 01872-70757
FAX:(091) 01872-70105

Vol - 48 Thursday, 29th April 1999 Issue No: 17

کھبلی (ہماچل پردیش) میں جماعتہائے احمدیہ ہماچل پردیش کا دوسرا جلسہ سالانہ

☆نماز تہجد اور باجماعت نمازوں کی ادائیگی-علماء کرام کے بصیرت افروز خطاب-گورنر ہماچل پردیش کا پیغام☆ہماچل پردیش کے اضلاع اونہ کانگڑہ، ہمیر پور، منڈی، بلاسپور، چمبہ اور شملہ کے علاوہ قادیان اور ہریانہ کے احباب کی شرکت☆محبت ورواداری کے بھرپور مناظر

الحمدللہ ثم الحمد للہ کہ جماعت احمدیہ صوبہ ہماچل کو دوسری سالانہ کانفرنس مورخہ ۴؍ اپریل ۱۹۹۹ء کو جماعتی روایات کے مطابق نہایت کامیابی سے منعقد کرنے کی توفیق ملی اِس کانفرنس کی تیاری کیلئے مرکز قادیان سے مکرم تنویر احمد صاحب خادم نگران ہماچل کانفرنس سے ایک ہفتہ قبل تشریف لے آئے اور باقاعدہ پروگرام مرتب کئے اور پہلے سے ہی تیاری کر کے ہماچل کے مختلف شہروں اور دیہاتوں میں پوسٹر لگائے گئے اور مختلف مذاہب کے علماء و لیڈران و افسران کو دعوتی کارڈ دیئے گئے۔

یاد رہے کہ یہ وہی ضلع کانگڑہ ہے جہاں پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے الہام عفت الدیار محلھا ومقامھا کے مطابق سخت زلزلہ آیا تھا اب اِس ضلع میں درجنوں مقامات پر احمدیت کے مضبوط پودے لگ چکے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے زندہ ثبوت ہیں۔

مورخہ ۴؍ اپریل بروز اتوار نماز تہجد سے ہی اِس روحانی کانفرنس کے پروگراموں کا آغاز ہوا۔ درس اور مجالس سوال و جواب کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔ خدا کے فضل سے اِس کانفرنس میں کثیر تعداد میں احباب جماعت نے شرکت کی بالخصوص صوبہ ہماچل کے ضلع اُونہ، کانگڑہ، ہمیر پور، منڈی، بلاسپور، چمبہ اور شملہ سے کافی تعداد میں غیر احمدی وغیر مسلم احباب بھی تحقیق حق کی غرض سے تشریف لائے اِس طرح اللہ کے فضل سے کانفرنس کی حاضری لگ بھگ دو ہزار تھی جس میں ہماچل سے تشریف لانے والے نو مبائعین احباب و مستورات کی تعداد پندرہ صد تھی جو ۷۰ گاڑیوں کے علاوہ بسوں وغیرہ میں تشریف لائے اِس طرح صوبہ ہریانہ اور مرکز احمدیت قادیان سے بھی قافلے شامل ہوئے جن کو ملا کر گاڑیوں کی تعداد ۱۰۸ بنتی ہے۔ قادیان سے آنے والا قافلہ محترم ناظر صاحب اعلیٰ کی معیت میں کھبلی ہماچل پہنچا جہاں پر صدر استقبالیہ کمیٹی مکرم عزیز الدین صاحب اور کھبلی کے مبلغ مکرم مولوی افتخار احمد صاحب و دیگر احباب جماعت نے معزز مہمانوں کا استقبال کیا جس سے کھبلی کی ساری فضاء نعرہ ہائے تکبیر اللہ اکبر سے گونج اُٹھی۔ کانفرنس میں خصوصی طور پر مرکز قادیان سے محترم ناظر صاحب دعوۃ تبلیغ، محترم نگران صاحب دعوت الی اللہ بھارت، محترم ناظر صاحب بیت المال آمد، محترم ایڈیشنل ناظر صاحب امور عامہ، محترم وکیل الاعلیٰ صاحب تحریک جدید، مکرم ایڈیشنل ناظم صاحب وقفِ جدید اور محترم صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ بھارت خصوصی طور پر تشریف لائیں۔ استقبال کے بعد تمام آنے والے مہمانانِ کرام کی کھانے اور چائے وغیرہ سے تواضع کی گئی بعد نماز ظہر و عصر ٹھیک دو بجے جلسہ کی کارروائی محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان کی زیر صدارت شروع ہوئی تلاوت قرآن پاک اور نظم کے بعد کانفرنس کی پہلی تقریر مکرم مولانا محمد انعام صاحب غوری ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان کی ہوئی۔ آپ نے جماعتی تعارف اور پیشوایانِ مذاہب کے موضوع پر قرآن حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کی روشنی میں تمام مذہبی راہنماؤں اور پیشواؤں کی عزت اور احترام کو ضروری بتاتے ہوئے جماعت احمدیہ عالمگیر کے عملی نمونہ کا ذکر فرمایا۔ دوسری تقریر محترم مولانا محمد حمید کوثر صاحب نے سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف پہلوؤں پر کی۔ بعدہٗ مکرم این شفیق احمد صاحب نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر خوش الحانی سے نظم پیش کی۔ بعدہٗ درج ذیل معزز مہمانانِ کرام نے تقاریر کیں مکرم اجاگر سنگھ لادیہ سکرٹری سنگھ سبھا، مکرم ماسٹر رتن سنگھ صاحب آف ہوشیار پور مکرم ڈاکٹر مہاراج گورو کماری آف تریپورہ شملہ، مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب S.M.O لڈبدھول ضلع منڈی، مکرم شاستری کسوری لال صاحب ضلع اونہ، مکرم دیپک کمار صاحب بھدرکالی، مکرم ہیڈ ماسٹر جگت رام صاحب ڈنگوہ اور مکرم کیپٹن کوشل سنگھ پردھان کھبلی، مکرم کیپٹن منشا رام سابق پردھان مول اور مکرم میلا رام ساور سابق M.L.A. و پردھان کانگرس آئی ضلع کانگڑہ مہمانِ خصوصی نے تقاریر کیں اور جماعت احمدیہ کی عالمی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے کانفرنس کی مبارک باد پیش کی اور اِس روحانی پروگرام میں شرکت پر خوش نصیبی کا اظہار کیا۔ بعدہٗ مکرم گورنر صاحب ہماچل نے اِس کانفرنس کیلئے اپنی نیک تمناؤں کے ساتھ جو خصوصی پیغام بھجوایا تھا وہ مکرم منیر احمد صاحب حافظ آبادی نے دوران جلسہ پڑھ کر سنایا جس میں گورنر صاحبہ نے فرمایا کہ مجھے اِس بات کی بے حد خوشی ہے کہ جماعت احمدیہ کے ذریعہ جلسہ پیشوایانِ مذاہب منعقد کیا جارہا ہے۔ آخر میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان نے خطاب فرمایا اور دُعا کے ساتھ پروگرام کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالیٰ اِس کانفرنس کے بہتر نتائج پیدا فرمائے اور سعید روحوں کو قبولِ حق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اِس کانفرنس کی خبر کو شملہ ریڈیو سٹیشن سے دو مرتبہ نشر کیا گیا نیز چار کثیر الاشاعت اخبارات نے بھی جلسہ کے بعد کانفرنس کی خبر شائع کی۔ جزاھم اللہ تعالیٰ۔

کانفرنس کی تیاری کے سلسلہ میں مکرم مولوی کے زین الدین صاحب حامد نائب نگران ہماچل مکرم مولوی عبدالرحیم صاحب نو احمدی مبلغین و معلمین کرام ہماچل پردیش اور داعین الی اللہ نے بھرپور تعاون کیا اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا کرے۔ اور اپنے بے شمار فضلوں سے نوازے۔ آمین (محمد نذیر مبشر مبلغ انچارج ہماچل)

راج بھون
شملہ-۱۷۱۰۰۲
ایچ پی

پیغام جناب عزت ماب محترمہ وی ایس رمادیوی صاحبہ گورنر ہماچل پردیش

مجھے یہ معلوم کر کے بہت مسرت ہوئی ہے کہ جماعت احمدیہ کے زیر انتظام جلسہ پیشوایان مذاہب کا انعقاد موضع کھبلی تحصیل ڈھیرا ضلع کانگڑہ میں مورخہ ۴؍ اپریل ۱۹۹۹ء کو کیا گیا ہے۔

بھارت زندہ دِلان کا دیش ہے جہاں مختلف رنگ نسل و مذہب کے لوگ آپسی امن و بھائی چارہ سے رہتے ہیں اور اس تعددیت میں بھی یکجہتی کی عمدہ مثال پیش کرتے ہیں۔ یہ سرزمین رشیوں پیغمبروں اور منصفوں کی ہے جہاں بہت سے عقائد نے جنم لیا اور پروان چڑھے اس طرح یہاں کی تہذیب و تمدن مستحکم ہوئی۔ عالمگیر امن، ہمدردی اور ہم آہنگی کا جذبہ اسکے مختلف طبقات میں پایا جاتا ہے جو کہ تمام مذاہب کی روح ہے۔ ہماری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ ایک صحت مند معاشرہ کے قیام کیلئے ہم ان اقدار کو مضبوط کریں خصوصاً موجودہ حالات میں جبکہ انکو سخت خطرہ لاحق ہے۔ پس تمام مذاہب کی عزت کرنی چاہئے اور یہ عزم کرنا چاہئے کہ ہم انسانیت کی خدمت کریں گے اور اسے اوپر اُٹھائیں گے۔

مجھے یقین ہے کہ اس ''سرودھرم سمیلن' سے عالمی امن و پیار و محبت کو فروغ ملے گا۔ ''محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں'' یہی ہماری زندگی کا اسلوب ہونا چاہئے۔

دستخط
وی ایس رمادیوی

دُعاؤں کے طالب
محمود احمد بانی
منصور احمد بانی | اسد محمود بانی
کلکتہ

BANI®
موٹر گاڑیوں کے پرزہ جات

Our Founder:
Late Mian Muhammad Yusuf Bani
(1908 - 1968)
AUTOMOTIVE RUBBER CO.
BANI AUTOMOTIVES | BANI DISTRIBUTORS
5, Sooterkin Street, Calcutta-700 072
☎: SHOWROOM: 27-2185, 26-9893 WAREHOUSE: 343-4006, 343-4137 RESI: 26-2096, 26-4696, 27-8749 FAX: ++91-33-26-9893

ڈیزائننگ و کمپوزنگ: کرشن احمد مصباح الدین قادیان